چھپا رستم

چھپا رُستم

بچّوں کے لیے ناول

اِشتیاق احمد

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور ● راولپنڈی ● کراچی

Www.UrduFanz.Com

پہلی بار	1975
تعداد	3000
قیمت	3.50

مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور باہتمام عبدالحمید خاں پرنٹر اور پبلشر

کان پکڑ لو!

شہر کی ساتویں سڑک پر ساتویں کوٹھی کے ایک کمرے میں تین آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان کے لباس شریفوں کے سے تھے لیکن چہروں پر شرافت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ پہلی ہی نظر میں چوٹی کے بدمعاش دکھائی دیتے تھے۔ ان میں سے ایک میز کے ایک طرف اور دو اس کے سامنے بیٹھے تھے۔ سامنے بیٹھے ہوئے آدمیوں کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ وہ اس کے ماتحت ہیں۔ وہ اُن سے بڑے رعب سے کہہ رہا تھا:

"اس وقت تک جگّا، خط خان رحمان کے مُلازِم کو دے چکا ہوگا، اور خط دینے کے بعد اُس نے اُنگلیوں کے اِشارے سے بھولے کو بتا دیا ہوگا کہ وُہ اپنے حِصّے کا کام کر چکا ہے، لہٰذا اب بھولا یہاں پہنچنے ہی والا ہوگا۔"

"غوری صاحب! آپ کا خیال ہے کہ خان رحمان بھی دُوسرے لوگوں کی طرح خوفزدہ ہو کر ہمارا مطالبہ ماننے پر مجبُور ہو جائے گا؟" سامنے بیٹھے ہُوئے ایک آدمی نے

www.UrduFanz.com

کہا "میں نے آپ کو بتایا تھا کہ خان رحمان بہت اکھڑ قسم کا آدمی ہے۔ ضد پر اڑ جائے تو کسی کی پروا نہیں کرتا۔ فوجی آدمی ہے اور وہ وہ انسپکٹر جمشید کا بہت عزیز دوست ہے۔ اس کے باوجود آپ نے اسے خط بھیج دیا۔"

"دیکھو قمر! تمھارا کام صرف اتنا ہے کہ جس شخص کے بارے میں میں کہوں، اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کر کے مجھ تک پہنچا دو۔ اس کے بعد ساری ذمے داری میری ہے۔ حالات کا جائزہ لینا، خط بھیجنا، یا نہ بھیجنا، یہ سب کام میرا ہے۔ ان کاموں کے سلسلے میں اُوپر والے کو مجھے ہی جواب دینا ہوتا ہے، نہ کہ تمھیں۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوتی ہے تو اُس کی سزا بھی مجھی کو ملتی ہے۔ لہٰذا تم اس کی فکر چھوڑ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں —— اب تم بابر کو ساتھ لے کر شریف ٹاؤن چلے جاؤ اور سیٹھ حبیب اللہ کو خط پہنچا دو۔" غوری نے نرم لہجے میں کہا۔

"جی، بہت اچھا!" قمر نے آہستہ سے کہا کیونکہ اس کے لیے غوری کا نرم لہجہ بہت خطرناک تھا۔

"بس اب تم دونوں جا سکتے ہو۔"

"شش.... شکریہ جناب!" دونوں اُٹھے اور سلام کر کے

کمرے سے نکل گئے۔

اسی وقت میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی۔ غوری نے ریسیور اُٹھا کر کہا:

"ہیلو!"

"نمبر بتاؤ!" دُوسری طرف سے کہا گیا۔

"سات!"

"ٹھیک ہے۔ دیکھو غوری! تمھارے آدمی کام بہت سُست رفتاری سے کر رہے ہیں۔ ان سے کہو، اپنی رفتار تیز کریں۔"

"جی، بہت بہتر!"

"خان رحمان کو خط پہنچا دیا؟"

"جگا خط لے کر جا چکا ہے سر۔ میرا خیال ہے، اُس نے پہنچا دیا ہوگا۔"

"کیوں؟ خیال کیوں؟ کیا بھولا ابھی تک نہیں آیا؟"

"جی، بس آنے ہی والا ہے۔"

"اچھا! جُوں ہی بھولا آئے، مجھے اِطّلاع دے دینا۔ اور ہاں! سیٹھ حبیب اللہ کے گھر آدمی بھیج دیے؟"

"جی —— بھیج چکا ہوں۔"

"گُڈ!" دُوسری طرف سے کہا گیا اور پھر ریسیور رکھ

www.urduFanz.com

دیا گیا۔ اسی وقت باہر موٹر سائیکل رُکنے کی آواز آئی۔

انسپکٹر جمشید اِن دنوں دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے گھر آنے لگے تھے۔ وہ ابھی ابھی آئے تھے۔ میز پر کھانا لگ چکا تھا۔ ابھی وُہ بیٹھے ہی تھے کہ فرزانہ بول اٹھی:

"ابا جان، میں بہت دنوں سے ناز سے نہیں ملی۔ اگر آپ اجازت دیں تو مِل آؤں۔"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ تم ناز سے زیادہ خان رحمان سے ملنا پسند کرتی ہو، ان کی چٹپٹی باتیں سُننے کے لیے ـــــ کیوں ٹھیک ہے نا؟" انسپکٹر جمشید مُسکرائے۔

"یہ بھی ٹھیک ہے ـــــ وُہ ہیں ہی بہت پُر لُطف آدمی۔ تو پھر جاتے ہُوئے مجھے ساتھ لے جائیے گا۔"

"دوپہر کو جاؤ گی؟"

"جی ہاں۔ شام کو گئی تو صرف ایک آدھ گھنٹا ہی گزار سکوں گی۔ اس طرح چار پانچ گھنٹے وہاں رہ سکتی ہُوں۔" فرزانہ نے کہا۔

"بھئی اگر تمھیں وہاں رہنے کا اتنا ہی شوق ہے تو دو چار دن کے لیے چلی جاؤ۔"

"نہیں ـــــ اب اتنا بھی کیا۔"

"اچھی بات ہے میں تمھیں لیتا چلوں گا۔" انھوں نے کہا۔

کھانے سے فارغ ہو کر اُنھوں نے فرزانہ سے چلنے کے لیے کہا تو محمود اور فاروق بول اُٹھے "ہمیں نہیں لے چلو گی؟ ہم بھی ذرا انکل خان رحمان کی نوک جھونک سُن لیں گے، اور پھر حامد اور سرور بھی تو ہمارے دوست ہیں۔"

"مجھے تو کوئی اِعتراض نہیں۔ ابا جان سے پُوچھ لو۔"

"اِعتراض تو مجھے بھی نہیں ـــــ البتہ میری موٹر سائیکل سے پُوچھ لو۔ وُہ ہم چاروں کو لے جا سکے گی یا نہیں؟" اِنسپکٹر جمشید بھی مُوڈ میں تھے۔

"ہاں۔ یہ بھی مسئلہ ہے ـــــ تو پھر ہم ٹیکسی میں چلے جاتے ہیں۔"

"جیسی تمھاری مرضی۔"

انسپکٹر جمشید نے باہر نکل کر موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور روانہ ہو گئے۔ خان رحمان کا گھر ان کے دفتر کے راستے میں ہی تھا۔ وُہ ان کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ اکثر ایک دُوسرے کے گھر آتے جاتے رہتے تھے۔ انسپکٹر جمشید کو اس وقت جلدی نہ ہوتی تو وُہ ضرور بچّوں کی

www.UrduFanz.com

ٹیکسی کے ساتھ ساتھ خان صاحب کے گھر تک آتے اور خود بھی کچھ دیر وہاں ٹھہرتے۔

وہ خان رحمان کے گھر کے پاس سے گزرے تو چونک اٹھے۔ ایک شخص اُن کے دروازے سے مڑ کر سڑک پر آ رہا تھا۔ سڑک پر آتے ہی اُس نے اپنا دایاں ہاتھ اُوپر اُٹھایا۔ مٹھی بند کی اور پھر اُنگلیاں اُوپر اُٹھا دیں۔ عین اسی وقت انسپکٹر جمشید اُدھر سے گزرے۔ انھیں یہ بات کچھ عجیب سی لگی۔ اُنھوں نے اس سمت میں دیکھا جدھر اُس آدمی نے اشارہ کیا تھا۔ ان کی نظر ایک موٹر سائیکل سوار پر پڑی جو اسے سٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر موٹر سائیکل سٹارٹ ہو گئی۔ اس کا رُخ اُن کے دفتر کی مخالف سمت میں تھا۔ ان کے جی میں نہ جانے کیا آئی کہ موٹر سائیکل موڑ کر اسی سمت میں چل پڑے۔ اس شخص کے پیچھے پہنچنے میں انھیں تین منٹ لگے۔ اس کے بعد وہ یکساں رفتار سے تعاقب کرنے لگے اچانک اگلی موٹر سائیکل ساتویں سڑک پر مڑ گئی ـــــ اور پھر اُنھوں نے اسے کوٹھی نمبر سات کے دروازے پر رُکتے دیکھا ـــ وہ خود بھی کچھ فاصلے پر رُک گئے۔

موٹر سائیکل سوار اُترا اور کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔

خان رحمان، اُن کے بیٹے حامد، سرور اور بیٹی ناز کھانے کی میز پر بیٹھے تھے۔ ان کی بیگم خالدہ ابھی تک غسل خانے سے نہیں نکلی تھیں۔ وہ چاروں انھی کے اِنتظار میں ہاتھ روکے بیٹھے تھے۔ آخر تنگ آ کر خان رحمان بولے:

"بھئی بیگم! اب آ بھی جاؤ۔"

"بس ابھی آئی۔" اندر سے آواز آئی۔

"یہ تو تم پندرہ منٹ سے کہہ رہی ہو۔"

"توبہ ہے۔ ابھی ایک منٹ پہلے تو ہاتھ دھونے اندر آئی ہوں۔"

"ایک منٹ پہلے؟ اب جھوٹ بولنا بھی شروع کر دیا؟ آخر یہ آپ کے ہاتھ کتنی دیر میں دُھلیں گے؟"

"بس دُھل گئے۔"

"ہاتھ دُھل گئے تو اب تک باہر کیوں نہیں آئیں؟" خان رحمان نے پوچھا۔

"آپ تو بس پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں ایک بات کے۔ وہ کیا محاورہ ہے، ہاں یاد آیا، بال کی کھال اتارنے لگتے ہیں۔"

"اب نہیں اُتاروں گا بال کی کھال، لیکن تم کسی طرح باہر بھی تو نکلو۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" خان رحمان نے ہار مان کر کہا۔

"کھانا ٹھنڈا ہی کھانا چاہیے۔ معدہ خراب نہیں ہوتا۔"
خالدہ بیگم کی آواز آئی۔
"لو بچو! اب اپنی ماں کی ڈاکٹری سنو۔" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔
"لیجیے، آ گئی۔" خالدہ بیگم نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔
"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" خان رحمان نے اطمینان کی سانس لی اور تینوں بچے مسکرانے لگے۔
دونوں میاں بیوی کی نوک جھونک کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ہر روز اور ہر وقت ہی جاری رہتی تھی۔ خان رحمان بہت خوش مزاج تھے۔ ان کی وجہ سے گھر میں ہر وقت قہقہے گونجا کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ بہت خوش گوار موڈ میں تھے۔
"اب آپ بیٹھنے میں کتنی دیر لگائیں گی؟" انھوں نے کہا کیونکہ خالدہ بیگم ابھی تک کرسی پر نہیں بیٹھی تھیں۔
"معلوم ہوتا ہے، آج آپ بہت بھوکے ہیں۔" وہ مسکرائیں۔
"دوپہر کے اڑھائی بج رہے ہیں۔ پورے سوا دو بجے میز پر کھانا لگا تھا۔ پندرہ منٹ جناب نے لے لیے اور اوپر سے کہہ رہی ہیں کہ بہت بھوکا ہوں، بھوکا نہیں ہوں گا

تو کیا روکھا، پھیکا اور سوکھا ہوں گا؟"
"کھی کھی کھی۔" حامد، سرور اور ناز کی ہنسی نکل گئی۔ انھوں نے جھٹ اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیے لیکن ہنسی کی آواز خان صاحب کے کانوں تک پہنچ گئی۔
"یہ تم تینوں کو کیا ہوا؟ دیکھو، کہیں ہنسی سے ہی پیٹ نہ بھر لینا۔"
"لو! اب بچوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ دیر خود لگا رہے ہیں اور نام بدنام میرا۔"
"اوہ! واقعی میں تو بھول ہی گیا کہ میں بے حد بھوکا ہوں۔ تو بسم اللہ کرو نا۔ میرا منھ کیا تک رہے ہو۔"
یہ کہہ کر انھوں نے اپنی پلیٹ میں سالن ڈالنا شروع کر دیا لیکن جوں ہی لقمہ منھ میں رکھنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا، کمرے کا دروازہ کھلا اور ان کا ملازم ظہور اندر داخل ہوا۔ خان رحمان کا ہاتھ درمیان میں ہی رہ گیا۔ ان کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔ انھوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ ملازم کے ہاتھ میں ایک خط ہے۔
"کان پکڑ لو! اور تم سب رک جاؤ۔ ابھی کھانا نہیں کھایا جائے گا۔" خان رحمان نے کہا اور اپنا لقمہ بھی واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔ ظہور نے بے چون و چرا تعمیل

کی۔ اب وہ مُرغا بنا کھڑا تھا اور سب اسے بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔

"کان پکڑے پکڑے جواب دو۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمھیں کان پکڑنے کا حکم کیوں دیا ہے؟" اُنھوں نے پُوچھا۔

"جج.... جی.... ہاں۔ جانتا ہُوں۔"

"کیا جانتے ہو؟"

"آپ کا حکم ہے کہ جب آپ کھانا کھا رہے ہوں تو کوئی اندر داخل نہ ہو۔"

"تو پھر تمھیں میرا یہ حکم اس وقت یاد نہیں رہا تھا جب تم کمرے میں داخل ہُوئے تھے؟"

"یاد تھا جناب!"

"پھر کیوں آئے تم؟ جواب دو!"

"ابّا جان! اس کے ہاتھ ہیں۔" حامد نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن فوراً ہی ڈانٹ پڑی۔

"تم چُپ رہو جی۔ میں اندھا نہیں ہُوں ــــ جانتا ہُوں تم کیا کہنا چاہتے ہو، ہاں ظہُور! بولو!"

"جی ــــ یہ خط ــــ"

"بھاڑ میں جائے یہ خط۔"

"جیسے تو سہی ــــ یہ خط ڈاک سے نہیں آیا ــــ کوئی صاحب دستی دے گئے ہیں، اور اُنھوں نے کہا تھا کہ فوراً آپ تک پہنچا دوں۔" ظہُور نے گڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کان چھوڑ دو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" اُنھوں نے حکم دیا۔ ظہُور نے فوراً تعمیل کی۔

"تم کس کے ملازم ہو؟ اس شخص کے یا میرے؟"

"جی ــــ آپ کا۔"

"اور حکم مانتے ہو دُوسروں کا؟"

"جی، غلطی ہوگئی ــــ اِس بار مُعاف کر دیجیے۔"

"ہُوں! ٹھیک ہے ــــ باہر جا کر بیٹھو ــــ جب ہم کھانا کھا چکیں، تب خط لے کر آنا۔"

"جی بہت بہتر۔" غریب ظہُور دم سادھ کر کمرے سے نکل گیا۔

"توبہ ہے! آپ فوج میں کیا رہ چکے ہیں، ہر وقت آپ کے اندر ایک فوجی گھُسا رہتا ہے۔ اب اس گفتگو میں کیا کچھ وقت نہیں لگا؟ میں ذرا ہاتھ دھونے چلی گئی تو کان کھا لیے۔"

"دیکھو، نہیں تو تمھارے کان تو بالکل ٹھیک ہیں۔ کیوں بیٹے حامد؟ تمھاری امّی کے کان بالکل ٹھیک ہیں نا؟"

www.urdufanz.com

"جی ہاں، ابا جان۔"

"کان کھانا محاورہ ہے۔" خالدہ بیگم نے کہا۔

"تو کیا آج محاورے بولنے کا دن ہے؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"جی نہیں۔ آج کھانا دیر سے کھانے کا دن ہے۔" سرور نے تنگ آ کر کہا کیونکہ اُس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

"تو ٹھیک ہے، ہم دوپہر کا کھانا شام کو کھالیں گے، اور شام کا صبح کو۔" ناز کو بھی مذاق کی سوجھی۔

"بیٹی! میں تمھاری اِس تجویز پر عمل نہیں کر سکتا، البتّہ تمھاری امّی تمھارا ساتھ دینا چاہیں تو مجھے کوئی اِعتراض نہیں۔"

"اُف اللہ! خدا کے لیے اب شروع بھی کر دیں کھانا۔" خالدہ بیگم جھنجھلا اُٹھیں۔

"معلوم ہوتا ہے، تم بھی کچھ کم بھوکی نہیں ہو۔"

اِتنا کہہ کر خان رحمان نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا، لیکن عین اُسی وقت دروازہ کھلا اور ایک بار پھر ظہور اندر داخل ہوا۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اُس نے جھک کر کان پکڑ لیے۔

پُراَسرار خط

ایک بار پھر خان رحمان نے لقمہ پلیٹ میں رکھ دیا اور حیرت کے عالم میں ظہور کو دیکھتے رہے۔ وہی کیا، باقی چاروں بھی اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ آخر خان رحمان جھنجھلا کر بولے:

"اب کیا ہے؟ آج ہمیں کھانا کھانے دیا جائے گا یا نہیں؟"

"جی.... جی.... وہ۔" ظہور ہکلایا۔

"جی جی وہ سے تو کام نہیں چلے گا۔ کوئی ایسا جملہ بولو جو سمجھ میں آ سکے، اور کان پکڑنے کی وجہ بتاؤ۔"

"انسپکٹر جمشید کے بچّے..." ظہور نے پھر جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"انسپکٹر جمشید کے بچّے؟ کیا مطلب؟ کیا ہوا انھیں؟ کیا اُن کے بارے میں کوئی اِطّلاع آئی ہے؟"

"جی نہیں — وہ خود آئے ہیں۔"

"ہائیں! وہ خود آئے ہیں! اور تم نے اندر آ کر کان

پڑ لیے؟ بے وقوف کہیں کے ۔ وہ باہر کھڑے پریشان ہو رہے ہوں گے ۔۔۔ تمھاری سزا یہی ہے کہ کم از کم ایک گھنٹے تک کان پکڑے رہو لیکن نہیں، پہلے ان تینوں کو فوراً اندر لے کر آؤ۔"

"جی اچھا۔" ظہور نے کان چھوڑ کر اُٹھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

"آہا! فرزانہ آئی ہے! اب مزا آئے گا!" ناز نے خوش ہو کر کہا۔

"محمود اور فاروق بھی آئے ہیں، اِس لیے مزا صرف تمھیں ہی نہیں، ہمیں بھی آئے گا۔" حامد نے بُرا سا مُنھ بنا کر کہا۔

"لو بیگم، یہ تینوں تو اپنا اپنا مزا سنبھال کر بیٹھ گئے۔ اب ہم دونوں کیا کریں؟ انسپکٹر جمشید آیا، نہ اس کی بیگم۔"

"ہم کھانا کھائیں گے۔" خالدہ بیگم مسکرائیں۔

"ارے ہاں، یہ تو میں بھول ہی گیا۔" اُنھوں نے کہا اور لُقمہ ایک بار پھر اُٹھا لیا لیکن پھر کسی خیال سے واپس رکھ دیا۔

"اب کیا ہُوا؟" خالدہ بیگم نے پُوچھا۔

"پہلے تینوں بچّوں کو تو آ لینے دو۔ ہو سکتا ہے وُہ کھانا کھا کر نہ آئے ہوں۔"

"میں شرط لگا سکتی ہُوں، وُہ کھانا کھا کر آئے ہیں۔"

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟ کیا بیگم جمشید تمھاری طرح ہاتھ دھونے میں اِتنی دیر نہیں لگاتیں؟"

"توبہ ہے! ابھی آپ نے کہا تھا بال کی کھال نہیں اُتاروں گا۔"

"کھال تو اب میں ظہور کی اُتاروں گا۔"

"یہ ظہور کی کھال کس سلسلے میں اُتر رہی ہے، انکل؟" محمود نے اندر داخل ہوتے ہُوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی فاروق اور فرزانہ بھی اندر آ گئے۔ ظہور ان کے پیچھے تھا اور بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"چلو ظہور، کان پکڑو، ایک گھنٹے کے لیے۔" خان رحمان نے کہا۔ پھر بچّوں سے بولے "آؤ آؤ! بیٹو۔ کہو، کیا حال ہے؟"

"سب ٹھیک ہے، انکل۔ یہ ظہور کے کان کیوں پکڑوائے جا رہے ہیں؟" فرزانہ نے پُوچھا۔

"ہائیں! تم نے ابھی تک کان نہیں پکڑے؟" اور غریب ظہور ایک بار پھر مُرغا بن گیا۔

www.UrduFanz.com

"ٹھیک ہے۔ ایک گھنٹے سے پہلے کان مت چھوڑنا۔ اور ہاں . . . . ."

"ابا جان، کیا آپ یہ پروگرام تبدیل نہیں کر سکتے؟" حامد نے کہا۔

"کیوں؟ تمھیں اس پر رحم آ رہا ہے؟"

"جی، جی نہیں تو۔" حامد نے بوکھلا کر کہا کیونکہ اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ ہاں اسے رحم آ رہا ہے تو خود اسے بھی کان پکڑنے پڑتے۔ یہی خان رحمان کا اصول تھا۔

"تو پھر کیا بات ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"کھانا ایک گھنٹے اور لیٹ ہو جائے گا۔"

"اوہ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ اچھا ظہور، تم یوں کرو کہ باہر جا کر بیٹھو۔ جب ہم کھانا کھالیں، پھر آ کر کان پکڑ لینا۔" محمود، فاروق اور فرزانہ نے مشکل سے ہنسی ضبط کی۔

"جی اچھا۔" ظہور بولا "اور یہ خط؟" اس نے پوچھا۔

"کھانا کھانے کے بعد۔" خان رحمان چلّائے۔ ظہور بوکھلا کر دروازے کی طرف بڑھا تو زور سے دروازے سے ٹکرایا۔ اس کی پیشانی پر چوٹ لگی لیکن اسے اس وقت باہر نکلنے کے سوا کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔

خدا خدا کر کے کھانا شروع ہوا۔

"بھئی، تم تینوں نہیں کھا رہے ہو؟ کیا بھوک ہڑتال کر رکھی ہے؟"

"جی نہیں انکل، ہم کھانا کھا کر آئے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"کیوں کھا کر آئے ہو؟ جب یہاں آنے کا پروگرام بنا چکے تھے۔ کیا تم مجھے کنجوس سمجھتے ہو؟"

"جی نہیں۔ یہ بات نہیں۔" محمود نے جواب دیا۔

"تو پھر کیا بات ہے؟"

"جی، دراصل یہاں آنے کا پروگرام کھانا کھانے کے بعد بنا تھا۔" فاروق نے جواب دیا۔

"کھانا کھانے سے پہلے کیوں نہیں بنایا پروگرام؟" خان رحمان نے پوچھا۔

"توبہ ہے! پھر آپ نے اُتاری بال کی کھال۔" خالدہ بیگم نے انھیں ٹوک دیا۔

"اوہ . . . . . اچھا بھئی، آئندہ جب کبھی آنے کا پروگرام بناؤ، کھانا کھانے سے پہلے بنانا۔" ان کی اس بات پر ایک زوردار قہقہہ لگا۔

"ہائیں! یہ ابھی ابھی کیا اس کمرے میں بھوتوں نے

قہقہہ لگایا تھا؟" انھوں نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں انکل، ہم ہنسے تھے۔" فرزانہ ہنس پڑی۔

"اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے۔ ہنستے رہا کرو۔ ہنسنا صحت کے لیے بہت مفید ہے۔"

بچے مسکرا رہے تھے۔ ہنس رہے تھے لیکن خان رحمان کو تو جیسے کچھ معلوم ہی نہیں تھا کہ کھانے کی میز پر ان کے اور ان کے دوست کے بچے بھی بیٹھے ہیں۔ کھانے کے بعد پھلوں کی باری آئی تو وہ ان تینوں سے بولے:

"بھئی امید ہے کہ تم پھل کھانا تو ضرور پسند کرو گے۔ دیکھو! اگر تم نے آم نہ کھائے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا اور اگر میں نے نہ کھائے تو تمھاری آنٹی اور دوست بھی نہیں کھائیں گے۔ جانتے ہو اس سے کیا ہوگا؟ یہی کہ کھانا ختم نہیں ہوگا۔ آم یوں ہی رکھے رہ جائیں گے اور اس طرح ظہور کان نہیں پکڑ سکے گا۔"

"انکل، آم نہ کھانے کا ظہور کے کان پکڑنے سے کیا تعلق ہے؟" محمود نے پوچھا۔

"بھئی، میں نے اس سے کہا تھا کہ ہم کھانا کھا چکیں تو اندر آ کر کان پکڑ لینا۔ نہ ہم کھانا کھا چکیں گے اور نہ وہ اندر آ کر کان پکڑے گا۔"

"اوہ! پھر تو ہم ضرور آم کھائیں گے لیکن ایک شرط پر۔" فاروق نے کہا۔

"برخوردار! تم آج یہاں مہمان ہو۔ اس لیے میں تمھاری ہر شرط مان لوں گا۔ لیکن بتائے دیتا ہوں کہ خان رحمان کبھی کسی کی شرط نہیں مانتا۔ ہاں، تو بتاؤ تمھاری شرط کیا ہے؟"

"جی، یہی کہ ظہور کو معاف کر دیں۔"

"اگرچہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے، تاہم مانے لیتا ہوں لیکن کہے دیتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس قسم کی شرط پیش نہ کرنا۔"

"جی بہتر۔"

اس کے بعد آموں کا دور شروع ہوا۔ سب نے خوب ڈٹ کر آم کھائے۔ کھانے سے فارغ ہو کر خان صاحب نے میز کے پائے سے لگا ہوا گھنٹی کا بٹن دبایا۔ فوراً ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور ظہور اندر داخل ہوا۔ اندر آتے ہی اس نے جھک کر کان پکڑ لیے۔

"بس رہنے دو۔ اور یہ خط ادھر لاؤ۔" ظہور نے کان چھوڑ دیے۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے، کیونکہ اس طرح معاف کر دینا خان رحمان کے اصول کے خلاف

تھا۔

"فاروق نے تمھاری سفارش کی ہے اور میں نے مان لی ہے۔ آئندہ یہ لوگ آئیں تو تم کسی بات کی پروا کیے بغیر انھیں اندر لے آنا۔"

"جی بہت اچھا۔" ظہور خوشی خوشی آگے بڑھا اور خط ان کے سامنے رکھ دیا۔ پھر جانے کے لیے مڑا۔

"ٹھہرو!" خان رحمان گرجے۔ ظہور چونک کر مڑا۔

"اگرچہ ہم نے تمھیں معاف کر دیا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمھیں کوئی اور سزا بھی نہ دیں۔ اب تمھاری سزا یہی ہے کہ آموں کی بالٹی اٹھا کر لے جاؤ اور یہ تمام آم کھاؤ! خبردار! ان میں سے کوئی آم نہ بچے۔ اگر تم نے تمام آم ختم نہ کیے تو دو گھنٹے کے لیے کان پکڑتا ہوں گے۔ سمجھے؟"

"جی سمجھ گیا۔" ظہور نے کہا۔ پھر بالٹی اٹھائی اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"کیا تم ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو؟" خان رحمان بولے۔

"جی؟ کیا فرما رہے ہیں آپ؟"

"مالی تمھارے پاس موجود رہے گا، اور تم اس کے سامنے یہ تمام آم ختم کرو گے۔"

"جی اچھا۔" ظہور نے کہا اور باہر نکل گیا۔

"جانتے ہو اب یہ باہر جا کر کیا کریں گے؟" خان رحمان نے بچوں سے پوچھا۔ پھر خود ہی کہنے لگے "دونوں مل کر کھائیں گے بلکہ چوکیدار کو بھی شامل کر لیں گے کیونکہ آم بہت زیادہ ہیں۔ ظہور سے تو کسی طرح بھی نہیں کھائے جائیں گے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے سامنے رکھا ہوا لفافہ اٹھایا، اسے چاک کیا، اندر سے پرچہ نکالا اور پڑھنے لگے:

"خان رحمان! تمھیں اطلاع دی جاتی ہے کہ اس مہینے کی پندرہ تاریخ کو مشرقی پہاڑیوں کے قریب کھنڈر میں پچاس ہزار روپے رات کے ٹھیک گیارہ بجے لے کر پہنچ جاؤ۔ اگر تم نے عقل سے کام نہ لیا اور روپے لے کر مقررہ وقت پر نہ پہنچے تو تمھاری...."

خان رحمان پڑھتے پڑھتے رک گئے۔ خالدہ بیگم اور بچے غور سے سن رہے تھے۔ ان کے رکنے پر وہ چونک اٹھے "آپ رک کیوں گئے؟ آگے پڑھیے نا۔" محمود نے کہا۔ اس کے چہرے پر جوش کے آثار تھے۔ فاروق اور فرزانہ کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔

www.UrduFanz.com

لیکن خان رحمان نے خط کا اگلا حصّہ انھیں نہ سُنایا۔ خُود خاموشی سے پڑھنے لگے۔ خط ختم کرنے کے بعد اُنھوں نے اسے تہ کیا اور جیب میں رکھ لیا۔ وُہ بہت سنجیدہ تھے۔

"آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا لکھا ہے اِس خط میں؟" خالدہ بیگم نے بے چین ہو کر پُوچھا۔

"کچھ نہیں۔ یہ کسی کی شرارت ہے۔ کوئی فکر والی بات نہیں۔"

"اگر کوئی فکر والی بات نہیں تو آپ نے خط کا باقی حصّہ کیوں نہیں سُنایا؟" محمُود نے پُوچھا۔

"میں تمھیں خط کا اگلا حصّہ نہیں سُنا سکتا۔" اُنھوں نے اٹل لہجے میں کہا۔

"دیکھیے انکل، ایسے معاملات سے ہمیں کئی بار واسطہ پڑ چکا ہے، اِس لیے آپ ہمیں ضرور بتائیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"بیٹی، اس میں تمھارے مطلب کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر بھی اس میں کیا حرج ہے؟"

"نہیں۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتا سکتا۔" خان رحمان نے کہا اور یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئے۔ پھر ان کے

کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

وہ سب بُت بنے ایک دُوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

انسپکٹر جمشید سڑک پر کھڑے سوچ رہے تھے کہ کیا کریں اُنھوں نے ایک شخص کو خان رحمان کے دروازے سے مُڑ کر کسی کو اِشارہ کرتے دیکھا تھا۔ اس دُوسرے آدمی کا تعاقب کرتے ہُوئے وُہ یہاں تک پہنچے تھے۔ موٹر سائیکل سوار کوٹھی نمبر سات کے اندر چلا گیا تھا اور وُہ سڑک پر کھڑے سوچ رہے تھے کہ یہ معاملہ کیا ہے!

اسی وقت اُنھوں نے اس شخص کو باہر آتے دیکھا۔ وُہ چونک اُٹھے۔ اب وُہ موٹر سائیکل سٹارٹ کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی موٹر سائیکل روانہ ہو گئی۔ انسپکٹر جمشید ایک بار پھر اُس کے پیچھے چل پڑے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وُہ جس آبادی میں داخل ہُوئے، اس کا نام شاداب کالونی تھا۔ اس آبادی کے مکان چھوٹے لیکن پُختہ تھے۔ ان میں سے ایک کے سامنے موٹر سائیکل والا رُک گیا۔ انسپکٹر جمشید بھی تھوڑے فاصلے پر رُک گئے اور اس کو مکان کے اندر جاتے ہُوئے دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد وُہ پیدل ہی اس مکان کی طرف

www.UrduFanz.com

بڑھے اور دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ دروازہ اسی شخص نے کھولا۔

"معاف کیجیے ... مسٹر ..."

"شہاب الدین۔" موٹر سائیکل والے نے اپنا نام بتایا۔

"شکریہ مسٹر شہاب الدین۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ شاداب کالونی میں مکان نمبر 703 کس طرف ہے؟ یہ شاداب کالونی ہی ہے نا؟" انھوں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ 703 نمبر یہاں سے بائیں طرف تیسری گلی میں ہوگا۔"

"بہت بہت شکریہ!" انسپکٹر جمشید نے کہا اور اپنی موٹر سائیکل کی طرف آئے۔ وہ شخص اپنے گھر میں جا چکا تھا۔ انھوں نے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور اپنے دفتر کی طرف چل پڑے۔ جوں ہی وہ وہاں سے روانہ ہوئے اس آدمی کے گھر کا دروازہ کھلا اور وہ باہر نکل آیا۔ وہ تیزی سے پیدل چلتا ہوا ایک ہوٹل میں گھس گیا اور ٹیلے فون پر غوری کا نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"نمبر بتاؤ۔" اس نے پوچھا۔

"سات۔"

"میں بھولا ہوں۔"

"ہوں! کہو، کیا بات ہے؟"

"ابھی ابھی میرے پاس انسپکٹر جمشید آیا تھا۔"

"انسپکٹر جمشید!" دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"جی ہاں!"

"لیکن، وہ تمھارے پاس کیسے پہنچ گیا؟ کیا وہ تمھیں جانتا ہے؟"

"جی نہیں۔ میں اسے جانتا ہوں۔"

"اچھا! تو پھر؟ کیوں آیا تھا وہ تمھارے پاس؟"

"میں سمجھ نہیں سکا۔ اس نے شاداب کالونی کے ایک مکان کا پتا پوچھا تھا۔ میں سمجھتا ہوں، اس نے بہانہ کیا تھا۔ اس نے میرا نام بھی بہانے سے پوچھا تھا۔"

"تو کیا تم نے بتا دیا؟"

"جی نہیں۔ میں نے اپنا نام شہاب الدین بتایا۔"

"بہت خوب! اب تم دوسری ہدایت ملنے تک اپنے گھر سے نہیں نکلو گے۔ سمجھ گئے؟"

"جی، سمجھ گیا۔"

"ریسیور رکھ دو!" آواز آئی اور بھولے نے ریسیور رکھ دیا۔

www.urdufanz.com

غوری نے دُوسری طرف سے ریسیور رکھنے کی آواز سُننے کے بعد کسی کے نمبر ڈائل کیے۔

"ہیلو!" اُس نے کہا۔

"نمبر بتاؤ"

"سات!"

"ٹھیک ہے، کیا بات ہے غوری؟ تم کچھ گھبرائے ہُوئے لگتے ہو؟"

"انسپکٹر جمشید بھولے کے گھر گیا تھا۔"

"کیا؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ انسپکٹر جمشید کہاں سے آ ٹپکا؟"

"میں خُود حیران ہوں۔"

"ہُوں! پُوری بات بتاؤ!" دُوسری طرف سے بارُعب لہجے میں پُوچھا گیا، اور غوری نے جو کچھ اسے بھولے سے معلوم ہُوا تھا، فون پر بتا دیا۔

"ہُوں! بھولے سے کہہ دو کہ وہ گھر سے باہر نہ نکلے اور خبردار! اس کی زبان پر کسی کا بھی نام نہ آئے۔ انسپکٹر جمشید جلد ہی اس کے پاس دوبارہ پہنچے گا۔"

"تو اسے یہاں سے غائب ہونے کے لیے کیوں نہ کہہ دیا جائے؟" غوری نے کہا۔

"نہیں، اِس طرح انسپکٹر جمشید کا شک یقین میں بدل جائے گا۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وُہ کس طرح بھولے تک پہنچا ہے۔"

"جی بہت بہتر۔ میں اسی وقت اسے پیغام بھجوانے کا بندوبست کرتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ جب وُہ تمھیں فون کر کے کسی نئے کام کے بارے میں پُوچھے تو اسے حُکم سُنا دینا۔"

"لیکن .... میں اس سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ دُوسرا حکم ملنے تک گھر سے باہر نہ نکلے۔"

"اوہ! پھر تو آدمی بھیجنا ہی ہوگا۔ اچھا، دھیان رہے کہ کہیں تمھارے آدمی کا تعاقب نہ کیا جائے۔"

"جی، آپ بے فکر رہیں۔"

"عجیب بات ہے! آخر اس خط میں کیا لکھا تھا جو انکل ہمیں سُنا نہ سکے!" محمُود نے خاموشی کو توڑا۔

"کوئی ایسی دھمکی جو ہمیں خوف زدہ کر سکتی ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہو سکتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ دھمکی کیا ہے؟" فاروق نے پُوچھا۔

www.UrduFanz.com

"یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"لیکن، مجھے افسوس ہے . . . . کہ . . ." فرزانہ کچھ کہتے کہتے رُک گئی۔ اس کے چہرے پر مُسکراہٹ تھی۔

"کس بات پر افسوس ہے؟ تم پہیلیاں نہ بجھوایا کرو۔" محمود تنک کر بولا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میری سمجھ میں سب کچھ آ رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم کہنا چاہتی ہو کہ تم یہ جان گئی ہو کہ اس خط میں کیا دھمکی دی گئی ہے؟"

"ہاں۔ میں جان گئی ہوں۔" فرزانہ نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"تو بتاتی کیوں نہیں؟" خالدہ بیگم سخت بے چین نظر آ رہی تھیں۔

"یہاں چھ سات دن کے اخبارات ہوں گے؟" فرزانہ نے پُوچھا۔

"ہاں۔ یہاں تو تمہیں پُورے ایک مہینے کے اخبار مِل جائیں گے۔" سرور بول اٹھا۔

"کیا ردّی بیچنے کا اِرادہ ہے۔" فارُوق نے اُس کا مذاق اُڑایا۔

"ہاں۔ اِرادہ تو کچھ ایسا ہی ہے۔ ناز! ذرا آٹھ دس

اخبار تو اٹھا لاؤ۔"

ناز اٹھی اور اخبار لے آئی۔ فرزانہ انھیں کھول کھول کر دیکھنے لگی۔ دُوسرے بچے اسے حیرت اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

"انکل رحمان نے ٹھیک ہی کیا۔" آخر فرزانہ کے مُنھ سے نکلا۔

"کیا مطلب؟" بچوں نے چونک کر ایک ساتھ پوچھا۔

"انھوں نے اچھا ہی کیا کہ اس دھمکی کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا۔"

"تو کیا تمھیں پتا لگ گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں جان گئی ہوں۔"

"کمال ہے! آخر کیسے؟ اور وہ دھمکی ہے کیا؟" خالدہ بیگم نے حیران ہو کر پُوچھا۔

"افسوس! میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔"

"کیا مطلب؟"

"جی ہاں، بہتر یہی ہے کہ آپ کو اور ان تینوں کو کچھ نہ بتایا جائے۔" فرزانہ نے حامد، سرور اور ناز کی طرف اِشارہ کیا۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تم کیا کہہ رہی

www.urdufanz.com

ہو!" خالدہ بیگم پریشان ہو گئیں۔

محمود اور فاروق نے ایک دوسرے کو عجیب نظروں سے دیکھا اور پھر وہ دونوں بھی اخبارات میں ڈوب گئے۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے سر اوپر اٹھائے اور بولے "ہم بھی سمجھ گئے ہیں۔ لیکن اس دریافت کا سہرا تمھارے ہی سر رہے گا۔ آخر تمھیں اخبارات کا خیال کیسے آیا؟" محمود نے پوچھا۔

"میں روزانہ باقاعدگی سے اخبار پڑھتی ہوں۔"

"ہوں! تو پھر آؤ، ذرا الگ چل کر مشورہ کریں۔" فاروق اٹھتے ہوئے بولا۔

"ہمیں کچھ نہیں بتاؤ گے"؟ حامد نے پوچھا۔

"بتائیں گے کیوں نہیں۔ بس ذرا صبر کرو۔" محمود نے کہا۔ پھر وہ تینوں کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ کھڑے ہوئے اور دھیمی آواز میں باتیں کرنے لگے۔

خوفناک دھمکی

انسپکٹر جمشید نے دفتر پہنچتے ہی سب سے پہلے سب انسپکٹر اکرام کو بلوایا۔ وہ اسے دیکھتے ہی کہنے لگے "شہر کے تمام مشہور غنڈوں کی فائل لے آؤ۔ جلدی کرو۔"

"جی، بہتر!" سب انسپکٹر اکرام پلٹتا ہوا کمرے سے نکل گیا اور پانچ منٹ بعد ہی فائل لیے واپس آ گیا۔ انسپکٹر جمشید نے فائل کے ورق الٹنے شروع کیے۔ اس فائل میں مجرموں کی تصویروں کے نیچے ان کے تمام حالات بھی درج تھے۔ انسپکٹر جمشید بے چینی کے عالم میں ورق الٹتے رہے۔ آخر ایک صفحے پر ان کے ہاتھ اٹک کر رہ گئے۔ ان کے سامنے جس آدمی کی تصویر تھی، اس نے اپنا نام شہاب الدین بتایا تھا اور اس سے وہ ابھی ابھی شاداب کالونی میں مل کر آ رہے تھے۔

"اسے جانتے ہو؟" انھوں نے سب انسپکٹر اکرام سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہ بھولا ہے۔ کئی بار کا سزا یافتہ۔ عام طور

پر کسی گروہ کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے ۔ تنہا کوئی کام نہیں کرتا ۔"

"کس قسم کے کام کرتا ہے ؟" انھوں نے پوچھا ۔

"کسی زمانے میں ڈاکے مارا کرتا تھا ۔ پچھلے دنوں بچوں کو اغوا کرنے کے سلسلے میں پکڑا گیا تھا ۔"

"ہوں ! جانتے ہو، آج کل کہاں رہتا ہے ؟ اور کس کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے ؟"

"صرف اتنا معلوم ہے کہ شاداب کالونی کے مکان نمبر 390 میں رہتا ہے ۔ آج کل کیا کر رہا ہے ؟ کس کے ساتھ کام کر رہا ہے ؟ یہ نہیں معلوم ۔"

"میں ابھی ابھی اس سے مل کر آ رہا ہوں ۔" وہ بولے ۔

"جی ؟"

"ہاں ! اس نے مجھے اپنا نام شہاب الدین بتایا تھا ۔"

"شہاب الدین !"

"ہاں ۔ یہ ضرور کسی بڑے چکر میں ہے ۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ مجھے پہچانتا ہے ۔"

"کیوں نہیں پہچانتا ہوگا ۔ اس شہر کے تمام مشہور غنڈے آپ کو پہچانتے ہیں ۔"

"ہوں ! دیکھو، فوراً دو تین آدمیوں کو لے کر اس

جاؤ ۔ تمھیں بھولے کی نگرانی کرنی ہے ۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد وہاں پہنچ جاؤں گا ، اور تم سے رپورٹ لوں گا ۔ پھر سوچیں گے کہ کیا کرنا چاہیے ۔"

"جی ، بہتر !" سب انسپکٹر اکرام نے کہا اور کمرے سے نکل گیا ۔

اس کے جانے کے بعد انسپکٹر جمشید نے خان رحمان کا نمبر ملایا ۔ فوراً دوسری طرف سے کسی نے کہا ۔ "ہیلو !"

"میں انسپکٹر جمشید ہوں .... ذرا محمود کو بلا دو ۔"

"جی، اچھا !"

"ہیلو ! ابا جان ! میں ہوں محمود ۔" دوسری طرف سے محمود کی آواز آئی ۔

"کہو بیٹا ، واپسی کا کب پروگرام ہے ؟"

"جی ، شام کو واپس آ جائیں گے ۔"

"کیا یہاں سب خیریت ہے ؟"

"جی ، خیریت ؟ خیریت تو نہیں ہے ۔" محمود کے منھ سے نکلا ۔

"کیا مطلب ؟" انسپکٹر جمشید کی آواز آئی ۔

عین اسی وقت خان رحمان وہاں آ گئے ۔ انھوں نے محمود سے پوچھا ۔

www.urdufanz.com

"کون ہے بیٹا؟ کس کا فون ہے؟"

"جی، ابا جان کا ہے۔"

"لاؤ، مجھے دو۔" انھوں نے کہا۔ محمود نے فوراً فون اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔

"ہیلو! جمشید! کہو، کیسی گزر رہی ہے؟ تم کیوں نہیں آئے بچوں کے ساتھ؟"

"مجھے دفتر میں کچھ کام تھا۔ تم سناؤ! وہاں سب خیریت ہے نا؟"

"خیریت؟ ہاں ہاں۔ بالکل خیریت ہے۔ کیوں؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"اچھا۔ بچوں کو شام کو واپس بھیج دینا۔"

"بھئی، تمھاری یہ بات میں نہیں مانوں گا۔ آج کل سکول کی تو چھٹیاں ہیں۔ اب بچے تین چار دن بعد ہی آئیں گے۔"

"لیکن محمود تو ابھی کہہ رہا تھا کہ ہم شام کو واپس آ جائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اور کچھ....؟"

"ہاں۔ فون محمود کو دے دو۔ اس سے کچھ کہنا ہے۔"

"اچھا۔" خان رحمان نے ریسیور محمود کو دینے سے پہلے

ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "دیکھو بیٹا، تم اس خط کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔"

"جی اچھا۔" یہ کہتے ہوئے محمود نے ریسیور لے لیا۔

"جی ابا جان؟ فرمائیے؟"

"کیا کہہ رہے تھے تم؟ یہاں خیریت نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"بات کیا ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"جی کچھ نہیں۔" یہ کہتے ہی محمود نے ریسیور رکھ دیا کیونکہ خان رحمان سر پر کھڑے تھے۔

انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر ریسیور کو دیکھا اور پھر تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اب اُن کا رُخ خان رحمان کے گھر کی طرف تھا لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ کوئی سائے کی طرح ان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

محمود، فاروق اور فرزانہ خان رحمان کے کمرے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے ان تینوں کو دیکھا۔ وہ کافی پریشان دکھائی دے رہے تھے۔

"آؤ بچو۔ کہو، کیسے آئے؟ اگر تم جانے کی اجازت لینے آئے ہو تو وہ تمھیں نہیں مل سکتی۔ تین چار دن یہاں رہو

کھیلو کودو، پھر چلے جانا۔ میں نے جمشید سے کہہ دیا ہے۔"

"بہت اچھا انکل جیسی آپ کی مرضی ..... لیکن اس خط میں کیا لکھا تھا؟" محمود نے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں بتا سکتا۔" انھوں نے کہا۔

"شاید اس لیے کہ اس خط میں کسی کو کچھ بتانے سے منع کر دیا گیا ہے؟" فرزانہ نے کہا۔

"تمھیں کیسے معلوم؟" خان رحمان چونک اُٹھے۔

"ہم تو یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کو کیا دھمکی دی گئی ہے۔"

"نہیں — یہ غلط ہے — میں نے وہ خط تمھیں نہیں دکھایا۔ پھر تمھیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟"

"ہم انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں، اور اس قسم کے واقعات سے ہمیں واسطہ پڑتا رہتا ہے۔"

"اچھا بتاؤ؟ مجرموں نے مجھے دھمکی دی ہے؟"

"سُنیے۔" فرزانہ نے کہا "مجرموں نے آپ کو دھمکی دی ہے کہ اگر آپ نے فلاں تاریخ کو اتنے روپے فلاں جگہ نہ پہنچائے تو وہ ناز کو اغوا کر لیں گے۔"

"خاموش رہو! کہیں کوئی سُن نہ لے۔ مجھے حیرت ہے تمھیں کیسے معلوم ہو گیا! جانتے ہو مجرموں نے یہ بھی لکھا

ہے کہ اگر میں نے اس کا ذکر کسی سے کیا تو ناز کو اغوا کرنے کے بعد جان سے مار دیا جائے گا۔"

"ہوں!" محمود سوچ میں ڈوب گیا۔

"آخر تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"اخبارات دیکھنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"میں باقاعدگی سے اخبار پڑھتی ہوں۔ پچھلے کچھ دنوں سے روزانہ کوئی نہ کوئی لڑکی ضرور اغوا ہو رہی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ صرف لڑکیاں ہی اغوا ہو رہی ہیں اور جن کی اغوا ہوئی ہیں، وہ مالدار آدمی ہیں۔"

"اس بات سے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ مجھے کوئی اس قسم کی دھمکی دی گئی ہے۔" خان رحمان نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی لڑکیاں اغوا کی گئی ہیں، ان کے نام اخبارات میں پیغام شائع ہوئے ہیں یہ پیغام کچھ اس قسم کے ہیں ..... ہمیں افسوس ہے کہ آپ نے ہماری پیش کش پر دھیان نہیں دیا — اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔"

"ہوں! بہت خوب! تم تینوں بہت ذہین ہو۔ ذرا میں

www.pdfbooksfree.pk

بھی وہ اخبارات دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور ہاں، ناز، اُس کی امی اور بھائیوں کو کچھ نہ بتانا۔"

"آپ بے فکر رہیں۔"

اسی وقت کسی نے دروازے کی گھنٹی بجائی اور پھر جلد ہی ظہور نے انسپکٹر جمشید کے آنے کی اطلاع دی۔

"کہاں ہے وہ خط؟" انھوں نے آتے ہی خان رحمان سے کہا۔

"کونسا خط؟ تمھارا دماغ تو ٹھیک ہے؟" خان رحمان نے مسکرا کر کہا جیسے انسپکٹر جمشید نے ان سے مذاق کیا ہو۔

"وہی جو تمھیں ملا ہے۔"

"یار، تم عجیب آدمی ہو۔ آتے ہی انسپکٹری جھاڑنے لگے۔ نہ سلام، نہ دعا۔"

"دیکھو! وقت بہت کم ہے۔ بات کو مذاق میں نہ اُڑاؤ۔ مجھے وہ خط دکھا دو جس میں ناز کو اغوا کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔" انھوں نے تیز لہجے میں کہا۔

"عجیب بات ہے! تم آدمی ہو یا بھوت؟ آخر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ مجھے کوئی دھمکی بھرا خط ملا ہے؟"

"دن رات یہی کام تو کرتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں تمھیں وہ خط نہیں دکھا سکتا۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمھیں اس کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ سب کچھ ایک عجیب اتفاق کے تحت ہوا۔ میں کھانا کھا کر دفتر جا رہا تھا۔ تمھارے گھر کے پاس سے گزرنے لگا تو ایک شخص کو دروازے پر سے مڑتے دیکھا ساتھ ہی اُس نے ہاتھ اونچا اٹھا کر ایک عجیب سا اشارہ کیا۔ پھر میں نے ایک شخص کو موٹر سائیکل سٹارٹ کرتے دیکھا۔ اشارہ اسی کو کیا گیا تھا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا۔ پھر دفتر میں مجرموں کی فائل دیکھی تو اس میں اس شخص کی تصویر موجود تھی۔ میں نے یہاں فون کیا تو محمود سے پتا چلا کہ یہاں خیریت نہیں ہے۔ اس موٹر سائیکل سوار کے حالات جاننے کے بعد میرے لیے یہ جاننا مشکل نہیں تھا کہ تمھیں کوئی دھمکی بھرا خط ملا ہے۔"

"بہت خوب! لیکن اب بھی میں تمھیں وہ خط نہیں دکھا سکتا، کیونکہ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر میں نے پولیس کو بتانے کی کوشش کی تو وہ ناز کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"لیکن اب چھپانے سے کیا فائدہ۔ مجھے تو معلوم ہو ہی چکا ہے۔"

"اور تمھارے بچوں کو بھی۔" خان رحمان نے کہا۔

www.urdufanz.com

"انھیں کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا تم نے بتایا تھا؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"نہیں... وہ بھی تمھارے ہی بچے ہیں۔ انھوں نے خود ہی معلوم کر لیا۔"

"وہ کیسے؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔ اس پر خان رحمان نے ساری کہانی سنا ڈالی۔

"بس ٹھیک ہے۔ اب تم وہ خط فوراً مجھے دکھاؤ بھابی اور بچے کہاں ہیں؟"

"کھانا کھانے کے بعد اپنے کمروں میں چلے گئے ہیں۔ محمود، فاروق اور فرزانہ بھی ان کے ساتھ ہی تھے، لیکن پھر بہانہ کر کے میرے پاس چلے آئے تھے۔ انھوں نے ان سے کہا تھا کہ ہم انکل سے جانے کی اجازت لے آئیں۔"

"یہ اچھا کیا۔ انھیں اس سلسلے میں کوئی بات معلوم ہونی بھی نہیں چاہیے۔"

"آؤ! میں تمھیں خط دکھاتا ہوں۔" آخر خان رحمان نے ہتھیار ڈال دیے۔

خان رحمان نے خط نکال کر انسپکٹر جمشید کو دیا۔ انھوں نے پڑھنے کے لیے کھولا ہی تھا کہ زبردست دھماکے کی

آواز سنائی دی۔ وہ چونک اٹھے۔

"آواز دروازے کی طرف سے آئی ہے۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔ پھر دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔ باقی لوگ بھی ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔ بیگم خالدہ اور ان کے بچے اپنے کمروں سے نکل آئے۔

جوں ہی وہ دروازے پر پہنچے، ٹھٹک کر رہ گئے۔ ظہور فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے پاس ہی کاغذ کا ایک پرزہ نظر آیا۔ انسپکٹر جمشید نے پرزہ اٹھا کر دیکھا۔ لکھا تھا:

"انسپکٹر جمشید تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ اب تم نے خود کو مصیبت میں پھنسا لیا ہے۔ اگر تم انسپکٹر جمشید کو اپنے ساتھ شریک نہ کرتے تو صرف پچاس ہزار میں ہی معاملہ ٹل جاتا۔ اب تیار رہو، انسپکٹر جمشید کی موجودگی ہی میں تمھاری بچی کو اٹھا لیا جائے گا۔"

وہ سب ہکا بکا کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

سب سے پہلے انسپکٹر جمشید کو ہوش آیا۔ وہ خان رحمان سے جلدی جلدی کہنے لگے:

www.UrduFanz.com

"رحمان، تم ظہور کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو اور گھر کے تمام دروازے اندر سے بند کر لو۔ حالات خراب ہو گئے ہیں۔ میں خطرے کی بُو سُونگھ رہا ہُوں۔ اچھا! اب چلتا ہُوں۔ جلد ہی واپس آ جاؤں گا۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟" محمود نے پوچھا۔

"کچھ ضروری انتظامات کرنے ہیں .... تم چوکس رہنا۔"

"آپ بے فکر رہیں۔"

انسپکٹر جمشید کی موٹر سائیکل شاداب کالونی کی طرف اُڑی جا رہی تھی۔ مکان نمبر 390 سے کچھ فاصلے پر اُنھیں سب انسپکٹر اکرام نظر آیا۔ وہ سیدھے اس کی طرف بڑھے۔

"یہاں کے کیا حالات ہیں؟ بھولا اندر ہی ہے؟ اس سے کوئی ملنے تو نہیں آیا؟" اُنھوں نے ایک ساتھ تین سوال کر ڈالے۔

"خیریت تو ہے؟ آپ بہت گھبرائے ہُوئے ہیں؟"

"جو پُوچھا ہے، جلدی بتاؤ۔"

"بھولا اندر ہی ہے۔ اس سے کوئی ملنے نہیں آیا، نہ اس نے گھر سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔"

"اچھا! تم یوں کرو کہ تھانے فون کرو اور دو سب انسپکٹروں کو ساتویں سڑک کی ساتویں کوٹھی کی نگرانی کے لیے

مقرر کر دو۔ اس کوٹھی سے کوئی باہر نکلے تو ان میں سے ایک اس کا تعاقب کرے گا اور دُوسرا وہیں رہے گا۔ سمجھ گئے؟"

"جی ہاں۔ میں ابھی فون کر کے آتا ہوں۔"

"تمھارے آدمی؟ وہ ٹی سٹال کے پاس تو نہیں کھڑے؟"

"جی ہاں۔ وُہی ہیں۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔"

سب انسپکٹر اکرام وہاں سے چلا گیا۔ عین اسی وقت گلی میں ایک نوجوان داخل ہُوا۔ یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید چونک اُٹھے کہ اس کا رُخ بھولے کے گھر کی طرف تھا۔ نوجوان اب بھولے کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھولے نے دروازہ کھولا اور جب نوجوان اندر چلا گیا تو اس نے اندر سے کُنڈی لگا لی۔

"بابُو! تم یہاں کیوں آئے؟" بھولے نے اُس آدمی سے پوچھا۔

"مجھے عزیزی صاحب نے بھیجا ہے۔ حکم یہ ہے کہ تم گھر سے کسی حال میں بھی باہر نہیں نکلو گے، اور اگر انسپکٹر جمشید یا اس کا کوئی آدمی آ کر پُوچھ گچھ کرے تو تم کسی کا نام بھی زبان پر نہیں لاؤ گے۔ اگر تم نے ایسا کیا

www.pdfbooksfree.pk

تو زبان کھولتے ہی تمھیں ختم کر دیا جائے گا۔"

"تم جاؤ۔" بھولے نے بے چینی سے کہا۔

بھولے کو اطلاع دینے کے بعد بابو باہر نکلا۔ عین اسی وقت سب انسپکٹر اکرام فون کرنے کے بعد انسپکٹر جمشید کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بولے:

"میں آیا تو تھا کسی اور مقصد کے لیے، لیکن اب پروگرام بدل گیا ہے۔ میں اس شخص کے پیچھے جا رہا ہوں۔ میرے جانے کے پانچ منٹ بعد تم بھولے کو پکڑ کر خان رحمان کے گھر لے جانا۔ میں وہیں ملوں گا۔"

"بہت اچھا۔"

انسپکٹر جمشید کے جانے کے پانچ منٹ بعد اکرام نے اپنے آدمیوں کو اشارے سے بلایا۔ پھر انھوں نے بھولے کے دروازے پر دستک دی۔ بھولا دروازہ کھولتے ہی چونک اٹھا۔

"آپ؟ بھلا کیسے تکلیف کی؟" اس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تمھیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔" اکرام نے کہا۔

"کہاں؟"

"جہاں ہم لے جائیں۔"

"اور اگر میں جانے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو بھی تمھیں ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔" اکرام نے پستول نکال لیا۔

پھر وہ اسے لے کر جیپ کی طرف بڑھے۔ اسی وقت گلی کے دوسرے سرے پر کھڑا ہوا آدمی... گلی سے باہر نکل آیا۔ وہ ایک ہوٹل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہوٹل میں داخل ہو کر وہ کاؤنٹر پر گیا اور ٹیلے فون کا ریسیور اٹھا کر غوری کا نمبر ملایا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"نمبر پلیز؟" اس نے دھیرے سے کہا۔

"سات۔"

"غوری صاحب! انسپکٹر اکرام بھولے کو لے کر جا رہا ہے۔ اب میں کیا کروں؟"

"ٹیکسی میں بیٹھ کر اس کا پیچھا کرو اور معلوم کرو کہ وہ اسے کہاں لے جاتا ہے؟ پولیس سٹیشن یا کسی اور جگہ؟ یہ معلوم ہوتے ہی مجھے فون کرو۔"

"جی، بہت اچھا!"

بھولے کے گھر سے نکلنے کے بعد بابو نے ایک ٹیکسی

روک لی تھی ۔ انسپکٹر جمشید موٹر سائیکل ٹیکسی سے کچھ فاصلے پر رکھ کر پیچھا کرنے لگے ۔ اگلی ٹیکسی جب ساتویں سڑک پر مڑی تو انسپکٹر جمشید چونک اٹھے ۔ پھر انھوں نے دیکھا کہ بابو ٹیکسی سے اتر کر سات نمبر کی کوٹھی میں داخل ہو رہا ہے ۔ وہ موٹر سائیکل سے اتر گئے ۔ کوٹھی نمبر سات کا دروازہ کھلا تھا ۔ انھوں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے ۔ دائیں طرف ایک کمرا تھا ۔ اس میں سے دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی ۔

"بھولے کو حکم پہنچا دیا گیا ہے ۔ اب وہ گھر سے نہیں نکلے گا ۔"

"تم گدھے ہو ۔"

"کیا مطلب ؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟"

"بھولا اپنے گھر میں نہیں ہے ۔"

"لیکن ابھی ابھی میں اسے گھر میں چھوڑ کر آیا ہوں ۔"

"اسی لیے کہا نا کہ تم گدھے ہو ۔ سب انسپکٹر اکرام اسے پکڑ کر لے گیا ہے ۔"

انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے ۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اتنی جلدی یہاں تک اطلاع پہنچ گئی ؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا کوئی آدمی اکرام کی بھی نگرانی کر رہا تھا ۔ اسی

نے فون کیا ہوگا ۔

"وہ اسے کہاں لے گیا ہے ۔"

"معلوم نہیں ۔ خیر ۔ اب تم جا سکتے ہو ۔" اندر سے کسی نے کہا ۔

انسپکٹر جمشید تیزی سے برآمدے میں آگے بڑھتے چلے گئے ۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کمرے سے نکلنے والا آدمی (بابو) انھیں ضرور دیکھ لیتا ۔ اس کے نکلتے ہی وہ پھر اس کمرے کے دروازے کے پاس دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے ۔ اندر بیٹھا ہوا شخص کسی کو فون کر رہا تھا ۔

"ہیلو سر !" اس نے کہا ۔

"سات !" اس نے ذرا رک کر کہا ۔

"وہ اسے پکڑ کر لے گئے . . . جی ہاں . . . انسپکٹر اکرام ۔ جی نہیں . . . جی . . . جی اچھا ۔" فون کا ریسیور رکھ دیا گیا ۔

انسپکٹر جمشید تھوڑی دیر تک کھڑے سوچتے رہے ۔ پھر ایک دم کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے ۔ کمرے میں بیٹھا ہوا شخص بری طرح چونکا ۔

"کون ہو تم ؟ اور اس طرح بلا اجازت یہاں کیوں آئے ؟" اس نے غصے سے پوچھا ۔

"میرا نام تم اچھی طرح جانتے ہو، اور مجھے پہچانتے بھی ہو، مسٹر شہباز!" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"میرا نام شہباز نہیں۔ غوری ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ نکل جاؤ یہاں سے۔"

"بہت خوب! تو تمھارا نام غوری ہے۔ تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے، شہباز۔ یہ ٹھیک ہے کہ دس سال پہلے تم میرے ہاتھوں سے بچ نکلے تھے.... اس عرصے میں تم نے اپنا چہرہ کافی بدل لیا ہے۔ لمبی سی ڈاڑھی بھی رکھ لی ہے۔ لیکن میری نظروں سے بچنا اتنا آسان نہیں۔ ہاں..... تو اب کیا کہتے ہو؟ اب بھی مجھے پہچانا یا نہیں؟ اگر نہیں تو سنو! میرا نام انسپکٹر جمشید ہے۔ اب اٹھو تمھیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"کہاں؟" غوری نے پوچھا۔

"جہاں بھولا گیا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس پر عمل نہیں کر سکتا۔" یہ کہتے ہی غوری نے میز کی دراز میں سے پستول نکال کر انسپکٹر جمشید کی طرف تان لیا۔ میز کی دراز وہ پہلے ہی باتوں باتوں میں کھول چکا تھا۔

"تمھاری یہ جرأت کہ مجھ پر پستول تانو۔ پستول میز پر

رکھ دو ورنہ پچھتاؤ گے۔"

"دس سال سے پچھتا رہا ہوں کہ میں نے تمھیں زندہ کیوں چھوڑا۔" غوری نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"پھر؟ اب کیا پروگرام ہے؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میں ذرا تمھارے بارے میں ہدایت لے لوں۔" غوری نے کہا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے فون کا ریسیور اٹھا کر میز پر رکھ دیا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میں غوری بول رہا ہوں، سر!"

"نمبر بتاؤ؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"سات۔"

"کیا بات ہے؟ بھولے کے متعلق کچھ معلوم ہوا؟"

"ابھی نہیں.... یہاں.... میرے کمرے میں انسپکٹر جمشید موجود ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"کیا کہا؟ انسپکٹر جمشید؟"

"جی ہاں۔ وہ اس وقت میرے پستول کی زد پر ہے۔ اس کا کیا کیا جائے؟"

"لگا دو ٹھکانے۔ اس نے بہت تنگ کر رکھا ہے۔"

"لیکن لاش کا کیا ہوگا؟" غوری نے پوچھا۔ اس کی نظر

www.urduzone.net

برابر انسپکٹر جمشید پر جمی ہوئی تھی۔

"تمھاری کوٹھی کے پچھلی طرف دو آدمی کار لے کر آئیں گے ان کے حوالے کر دینا۔"

"بہت اچھا!"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا تو غوری انسپکٹر جمشید کی طرف مڑا۔ "لو انسپکٹر، تمھاری موت کا حکم ملا ہے۔ اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"زندگی اور موت خدا کے ہاتھ ہے۔ کیا تم مجھے سگرٹ پینے کی اجازت دو گے؟"

"کیوں نہیں۔ تمھاری آخری خواہش پوری کرنا میرا اخلاقی فرض ہے۔"

"شکریہ۔" انسپکٹر جمشید نے ہاتھ جیب کی طرف بڑھایا۔

"اُوں ہُوں۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ میں جانتا ہوں، آپ کی جیب سے سگرٹ کی بجائے پستول بھی نکل سکتا ہے۔"

"تو پھر۔ تم خود ہی نکال دو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

غوری اپنی جگہ سے اُٹھا اور انسپکٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ انسپکٹر جمشید یہی چاہتے تھے۔ جُوں ہی وہ ان کی جیب میں ہاتھ ڈالنے کے لیے جھکا، انھوں نے بجلی کی سی پھرتی سے اپنا سر اس کی ناک پر دے مارا۔ ٹکر اس قدر زوردار تھی کہ

غوری کے مُنھ سے چیخ نکل گئی اور وہ دوسری طرف اُلٹ گیا۔ انسپکٹر جمشید نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے پستول چھین لیا۔

"اب تم اپنے اُس کا نام بتاؤ، جسے تم "سر" کہہ کر بُلا رہے تھے؟" انسپکٹر مسکرائے۔

"میں نہیں جانتا۔" غوری نے غصّے سے کہا۔

"اچھا، تو اس کا فون نمبر ہی بتا دو۔"

"نہیں بتاؤں گا۔"

"بہت خوب! میں چاہوں تو تم سے اُگلوا سکتا ہوں، مگر مجھے ضرورت ہی کیا ہے۔ نمبر مجھے معلوم ہے۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہے؟ تم جھوٹ کہتے ہو۔"

"جب تم فون کر رہے تھے تو میری نظر ڈائل پر تھی۔ اور نمبر ذہن میں محفوظ ہوتے جا رہے تھے... 3431 ہی ہے نا...؟" یہ کہہ کر وہ فون کی طرف بڑھے اور ایک ہاتھ سے نمبر ڈائل کرنے لگے۔

دوسری طرف سے ریسیور اُٹھانے کی آواز سُن کر وہ دھیمی آواز میں بولے:

"ہیلو!"

"نمبر بتاؤ؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سات۔"

"کیا بات ہے، غوری؟ انسپکٹر جمشید اس دُنیا سے رخصت ہو چکا؟"

"نہیں — ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔"

"کیا مطلب؟ کون ہو تم؟"

"انسپکٹر جمشید، اور میں غوری کو لے کر اپنے دوست خان رحمان کے گھر جا رہا ہوں۔ تم نے اس کی بیٹی کو اٹھانے کا پروگرام بنایا تھا نا۔ میں نے تمھارے دو آدمیوں کو قابو میں کر لیا ہے۔ اگر تم میں ذرا بھی ہمّت ہوئی تو خان رحمان کے ہاں مُلاقات ہوگی۔ میں تمھارا وہیں انتظار کروں گا۔" اُنھوں نے بات ختم کر کے کچھ دیر اِنتظار کیا لیکن جواب نہ پا کر ریسیور رکھ دیا۔ پھر غوری کی طرف مُڑے۔

"چلیے مسٹر شہباز عُرف غوری صاحب۔" اُنھوں نے پستول کی نال سے اِشارہ کرتے ہُوئے کہا۔ غوری اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اس کی ناک سے خُون بہہ رہا تھا۔ کوٹھی سے باہر نکل کر انسپکٹر جمشید نے ایک ٹیکسی رُکوائی اور ڈرائیور سے بولے:

"مہربانی کر کے یہ موٹر سائیکل کوٹھی کے احاطے میں کھڑی کر دیں۔ میرا ساتھی زخمی ہے۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے موٹر سائیکل احاطے میں کھڑی کر

دی۔ اتنی دیر میں اِنسپکٹر جمشید غوری کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ اُنھوں نے خان رحمان کے گھر کا پتا بتایا اور ٹیکسی روانہ ہو گئی۔

Www.UrduFanz.com

دروازہ کھولیے!

سب انسپکٹر اکرام نے خان رحمان کے دروازے کی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اندر سے کسی نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں سب انسپکٹر اکرام ہوں۔ مجھے جمشید صاحب نے بھیجا ہے۔"

"ہو سکتا ہے تم مجرموں کے ساتھی ہو، اس لیے دروازہ نہیں کھلے گا۔" اندر سے بولنے والے خان رحمان ہی تھے۔

"کیا یہاں جمشید صاحب کے بچے نہیں ہیں؟"

"ہیں۔ کیوں؟ کیا بات ہے؟"

"وہ مجھے جانتے ہیں۔"

"تو پھر؟ اس سے کیا ہوتا ہے؟ ہو سکتا ہے تم نے انسپکٹر اکرام کا بھیس بدل رکھا ہو۔"

"کمال ہے! آپ تو ضرورت سے زیادہ ہی محتاط ہیں۔ میرے ساتھ مجرموں کا ایک آدمی بھی ہے، اور دو کانسٹیبل بھی۔ آپ دروازہ تو کھولیے۔" اکرام نے تنگ آ کر کہا

"میں سب جانتا ہوں۔ دروازہ نہیں کھلے گا۔ مجرموں نے دھمکی دی ہے کہ وہ میری بیٹی کو اٹھا لے جائیں گے، لہٰذا اب وہ کسی نہ کسی طرح اندر گھسنے کی کوشش کریں گے؛ اور میرا خیال ہے یہ ان کوششوں میں سے پہلی ہے۔"

"اُف! خدایا! کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں، اچھا آپ ذرا محمود کو بلائیں۔ میں اسے یقین دلا سکتا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔"

"اچھا — تو پھر میں کسی ہوٹل میں جا کر بیٹھ جاتا ہوں، جب انسپکٹر جمشید آئیں گے تو آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔"

"ارے میاں جاؤ۔ بہت دیکھے ہیں انسپکٹر۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔" خان رحمان کی بارعب آواز آئی۔

"اگر ڈرتے نہیں تو دروازہ کیوں بند کیے بیٹھے ہیں؟" اکرام نے کہا۔

"بیٹی کا معاملہ ہے۔ کوئی مجھے اٹھا لے جانے کا پروگرام بناتا تو کبھی دروازہ بند کر کے نہ بیٹھتا۔"

"وہ کیوں؟ کیا مجرم آپ کو اٹھا کر نہیں لے جا سکتے؟" انسپکٹر اکرام کو غصہ بھی آ رہا تھا اور لطف بھی۔

www.UrduFanz.com

"نہیں ۔ ایسی کوئی بات نہیں ۔ وُہ مجھے ضرور اُٹھا کر لے جاتے ، لیکن جانتے ہو ، میں ایک وقت میں سولہ روٹیاں اور دو مُرغ کھا جاتا ہوں ۔ لہٰذا وہ تنگ آ کر خُود ہی مجھے چھوڑ دیتے ۔"

"دیکھیے ، مجھے جمشید صاحب نے آپ کی حفاظت کے لیے بھیجا ہے اور آپ ہیں کہ . . ."

"میں اپنی اور اپنے گھر کی حفاظت خُود کر سکتا ہُوں۔"

"آپ کی بیٹی آپ کے پاس موجود ہے ؟" اچانک اکرام کو کچھ خیال آیا ۔

"کیا مطلب ؟" تم نے اُس کے متعلق کیوں پُوچھا ؟"

"آپ کو دروازے پر کھڑے باتیں کرتے کافی دیر ہو گئی ہے ۔ میرا خیال ہے آپ کو اِتنی دیر تک بچّوں کی نظروں سے اوجھل نہیں رہنا چاہیے ۔ بہتر ہوگا کہ فوراً دروازہ کھول دیں اور مجھے ساتھ لے کر اندر کے حالات کا جائزہ لیں ۔"

"بہت اچھے ! ایک اور بہانہ بنایا تُم نے ۔ ٹھہرو ! میں خُود ہی جا کر دیکھ آتا ہُوں ۔" خان رحمان نے جواب دیا ۔ پھر ان کے جانے کی آواز آئی ۔

"عجیب جھکّی آدمی ہے یہ بھی ۔" اکرام نے کہا ۔ بھولا

اس کے قریب کھڑا تھا اور کانسٹیبل اس کے پیچھے ۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں بھولے کی جیب سے نکالا ہُوا پستول تھا ۔

"کیا خیال ہے ؟ تمھارا گرُو اِس مکان میں داخل ہو سکے گا ؟ اکرام نے بھولے سے مُسکرا کر پُوچھا ۔

"جس گھر میں پولیس انسپکٹر کو داخل ہونے میں اِس قدر مشکل پیش آ رہی ہو ، اس میں مجرموں کا سردار کیسے گھس پائے گا ؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہُوں ۔" بھولا لاپروائی سے بولا ۔

"تم کس کے لیے کام کر رہے ہو ؟"

"مجھے نہیں معلوم ۔"

"خیر ، ہم معلوم کر لیں گے مسٹر شہاب الدین ۔" اکرام نے مُسکرا کر کہا ۔ اسی وقت اندر سے قدموں کی آواز آئی ۔ پھر خان رحمان کی آواز سنائی دی ۔

"ہیلو مسٹر اکرام ! یا جو کوئی بھی تم ہو ۔"

"یعنی ابھی آپ کو یقین ہی نہیں آیا کہ میں انسپکٹر اکرام ہوں ۔"

"میرا یقین ڈانواڈول ہو رہا ہے ۔"

"خیر فرمائیے ، کیا خبر ہے ؟"

www.UrduFanz.com

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اندر سب خیریت ہے۔ ناز بھی موجود ہے۔"

"خدا کا شکر ہے!" اکرام کے منہ سے نکلا۔

"بس بس۔ بے وقوف نہ بناؤ۔" اندر سے آواز آئی۔

"کیا مطلب؟" اکرام چونکا۔

"یہ جملہ بول کر تم مجھے یقین دلانا چاہتے ہو کہ تم اکرام ہی ہو۔"

"آپ سے زیادہ شکی مزاج ساری دنیا میں نہ ہوگا۔" اکرام نے جل کر کہا۔

اچانک ایک ٹیکسی آ کر رکی۔ اکرام نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر انسپکٹر جمشید کو اترتے دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔

"لیجیے۔ انسپکٹر جمشید تشریف لے آئے۔ اب آپ کو دروازہ کھولنا ہی پڑے گا۔"

"اب نئی چال چل رہے ہو۔" خان رحمان کی آواز آئی۔

"وہ دروازے کی طرف آ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی شاید ایک مجرم ہی ہے۔" اکرام نے انھیں بتایا۔

"کیا بات ہے؟ تم ابھی تک دروازے ہی پر کھڑے

ہو؟ اندر کیوں نہیں گئے؟" انسپکٹر جمشید نے حیرت سے کہا۔

"خان رحمان دروازہ کھولنے پر تیار نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ان کا خیال ہے کہ میں مجرموں کا کوئی ساتھی ہوں۔"

"اوہ!" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔ پھر دروازے کی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

"میں دروازے کے اس طرف موجود ہوں۔" خان رحمان نے اندر سے کہا۔

"دروازہ کھولو!"

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ یہ آواز ضرور جمشید ہی کی ہے۔" خان رحمان کی آواز آئی اور ساتھ ہی دروازے کی چٹخنی گرا دی گئی۔

"شکر ہے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے ساری عمر اس دروازے پر ہی کھڑے رہنا پڑے گا۔" اکرام کے منہ سے نکلا۔

"دعا دو انسپکٹر جمشید کو، جس نے آ کر تمھاری مشکل آسان کر دی۔" خان رحمان مسکرائے۔

وہ دونوں مجرموں کو لے کر اندر آئے۔ عین اسی

www.UrduFanz.com

وقت فون کی گھنٹی بجی۔

سیٹھ حبیب اللہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ابھی ابھی شام کی چائے پی کر فارغ ہوئے تھے۔ ابھی وہ میز پر سے اُٹھے نہیں تھے کہ ملازم ایک خط لے کر اندر داخل ہوا۔

"یہ کوئی صاحب دستی دے گئے ہیں۔" ملازم نے بتایا۔

سیٹھ حبیب اللہ نے خط کھولا اور پڑھنے لگے۔ خط کے الفاظ ان کی بیوی اور بچوں کو سہما دینے کے لیے کافی تھے۔ لکھا تھا:

"سیٹھ حبیب اللہ! تمھیں اطلاع دی جاتی ہے کہ اس ماہ کی 17 تاریخ کو مشرقی پہاڑیوں کے قریب کھنڈر میں پچاس ہزار روپے رات کے ٹھیک گیارہ بجے لے کر پہنچ جاؤ۔ اگر تم نے عقل سے کام نہ لیا اور روپے لے کر مقررہ وقت پر نہ پہنچے تو تمھاری بیٹی کو اغوا کر لیا جائے گا اور اُس وقت تک واپس نہیں کیا جائے گا جب تک روپے نہ پہنچائے جائیں گے۔ 17 تاریخ

کو روپے ادا نہ کرنے کی صورت میں دس ہزار روپے زیادہ ادا کرنے پڑیں گے۔ یاد رکھو! پولیس کو اطلاع دی گئی تو تمھاری بیٹی کو ہلاک کر دیا جائے گا۔"

"یہ کیا بکواس ہے!" حبیب اللہ غصّے سے چلّائے "کون تھا وہ جو تمھیں یہ خط دے گیا ہے؟"

"جی، میں نے اسے غور سے نہیں دیکھا تھا۔" ملازم نے سہم کر کہا۔

"ہو سکتا ہے یہ آپ کے کسی دوست کی شرارت ہو۔" اُن کی بیوی نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔" سیٹھ حبیب اللہ کسی سوچ میں گم تھے۔ پھر وہ بولے۔ "مگر میرا خیال ہے کہ یہ مذاق نہیں ہے۔ بچوں کے اغوا کی خبریں روزانہ اخبارات میں چھپ رہی ہیں۔"

"پھر؟ آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"میں اپنی بیٹی کی زندگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ پچاس ہزار روپے میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔"

"تو کیا آپ ان کا مطالبہ پورا کر دیں گے؟"

"ہاں۔ میرا ارادہ یہی ہے۔" انھوں نے کہا اور

www.urdukanz.com

اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ چند منٹ بعد وُہ واپس آئے تو بیوی نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ خیر تو ہے؟"

"کچھ نہیں۔ ذرا مجھے سوچنے دو۔" حبیبُ اللہ نے کہا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ پھر میز پر رکھے ٹیلے فون پر کسی کے نمبر ڈائل کیے۔

"ہیلو!"

"ہیلو! کون صاحب؟" دُوسری طرف سے پُوچھا گیا۔

"میں سیٹھ حبیبُ اللہ ہُوں۔ کیا یہ خان رحمان کا گھر ہے؟"

"جی ہاں!"

"تو ذرا اُنھیں فون پر بُلا دو۔"

"جی بہتر... لیجیے۔ وُہ خُود ہی آ گئے۔"

"ہیلو! خان رحمان! کیا تم ہی ہو؟"

"ہاں بھئی۔ کیا بات ہے؟"

"میں ایک مُصیبت میں پھنس گیا ہُوں اور مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"کہو!"

"فون پر ایسی باتیں نہیں کی جا سکتیں۔ تم یوں کرو کہ فوراً یہاں آ جاؤ۔" سیٹھ حبیبُ اللہ نے کہا۔

"میں نہیں آ سکتا۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کیا مطلب؟ یعنی میں مُصیبت میں ہُوں اور تم یہاں نہیں آ سکتے؟"

"ہاں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"شاید میں اس وقت تم سے زیادہ مُصیبت میں ہوں۔" خان رحمان کی آواز آئی۔

"کیا کہا؟ تم بھی مُصیبت میں ہو؟"

"ہاں۔"

"مذاق مت کرو۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا۔ مجھے ایک دھمکی بھرا خط ملا ہے۔"

"کیا؟" حبیبُ اللہ کی آواز میں حیرت تھی۔

"کیوں؟ تم اس طرح چونکے کس لیے؟"

"اس لیے کہ مجھے بھی ایک ایسا ہی خط ملا ہے۔ پچاس ہزار روپے، ورنہ بیٹی کا اِغوا!"

"سچ کہہ رہے ہو؟" خان رحمان نے پوچھا۔

"بالکل سچ۔ اب میں کیا کروں؟ پولیس کو فون

www.UrduFanz.com

کر نہیں سکتا اور تم میری مدد کو آ نہیں سکتے۔ کیوں نہ میں بھی تمہارے ہاں ہی چلا آؤں؟"

"آ جاؤ۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" خان رحمان نے کہا، کیونکہ سیٹھ حبیب اللہ ان کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔

"تو بس ٹھیک ہے۔ میں ... اُف! ... ارے! ... یہ ... کیا ہوا ...!"

گھر میں ایک زبردست دھماکا ہوا تھا۔ سیٹھ حبیب اللہ فون کا ریسیور پھینک کر دروازے کی طرف دوڑے۔ ان کی بیوی اور لڑکی ان کے پیچھے تھے۔

خان رحمان سیٹھ حبیب اللہ سے فون پر باتیں کر رہے تھے کہ اچانک دوسری طرف سے ایک دھماکے اور سیٹھ حبیب اللہ کی چیخ کی آواز سنائی دی اور پھر گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

"دوسری مصیبت۔" یہ کہتے ہوئے وہ ڈرائنگ روم کی طرف دوڑے۔ یہاں انسپکٹر جمشید خوری اور بھولے سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔

"کس کا فون تھا؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"سیٹھ حبیب اللہ کا ... تم تو جانتے ہی ہو، وہ میرا گہرا دوست ہے۔"

"بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس سے دو چار بار ملا بھی ہوں۔ کیا بات ہے غوری؟ تم سیٹھ حبیب اللہ کا نام سن کر چونکے کیوں؟"

"نہیں۔ تو۔ بھلا۔ میں کیوں چونکتا۔"

"اب ایک دوسری مصیبت نازل ہوئی ہے۔" خان رحمان بولے۔

"وہ کیا؟"

"سیٹھ حبیب اللہ کو بھی ایک دھمکی بھرا خط ملا ہے۔"

"کیا!!" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ وہ مجھے بلانا چاہتا تھا۔ بھلا میں ان حالات میں کیسے جا سکتا ہوں۔ میں نے انکار کر دیا۔"

"پھر ——؟"

"اب وہ یہاں آ رہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ فون پر گفتگو کے آخر میں ایک دھماکے اور حبیب اللہ کی چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔"

"یہ اسی قسم کا دھماکا ہوگا جیسا یہاں ہوا تھا۔ ظہور نے اس دھماکے کے بارے میں کیا بتایا تھا؟" انسپکٹر جمشید نے

پوچھا۔

"دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایک شخص اندر کوئی چیز پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرے ہی لمحے دھماکا ہوا۔ وہ خوف سے بے ہوش ہو گیا۔"

"بس تو کچھ اسی قسم کا واقعہ سیٹھ حبیب اللہ کے ساتھ پیش آیا ہوگا اور میرا خیال ہے کہ اب وہ اپنے گھر ایک منٹ نہیں ٹھہرے گا۔ اوہ! کچھ کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ گھر سے باہر نکلے اور اس کی بیٹی کو اغوا کر لیا جائے۔ اکرام! فوراً فون کرو اور دو آدمی سیٹھ حبیب اللہ کے گھر روانہ کر دو۔ انھیں ہدایت کر دینا کہ سیٹھ حبیب اور اس کی بیوی بچی کو یہاں پہنچا دیں۔"

"جی بہتر!" اکرام اٹھ کر فون والے کمرے کی طرف بھاگا۔ تیس سیکنڈ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ وہ واپس دوڑا آیا۔

"کیا بات ہے؟ فون نہیں کیا؟"

"فون کا تار کاٹ دیا گیا ہے۔"

"کیا!!" انسپکٹر جمشید چلا کر بولے۔ ان کی آنکھوں سے حیرت ٹپک رہی تھی۔

پھر دھماکا

شہر کی گیارھویں سڑک پر گیارہ نمبر کی ایک کوٹھی کے کمرے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میز پر بیٹھے ہوئے شخص نے چونک کر ریسیور اٹھایا اور بولا: "ہیلو!"

"نمبر بتاؤ!"

"گیارہ۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ دیکھو راشد! نمبر سات گرفتار ہو گیا ہے۔"

"کیا؟ گرفتار ہو گیا ہے؟"

"ہاں۔ انسپکٹر جمشید غوری اور اس کے ایک آدمی بھولے کو گرفتار کر کے لے گیا ہے۔ جانتے ہو تمھیں کیا کرنا ہے؟"

"جی فرمایئے!" راشد نے ادب سے پوچھا۔

"انسپکٹر جمشید غوری اور اس کے ساتھی کو خان رحمان کے گھر لے گیا ہے۔"

"یہ کون ہے؟"

"شہر کا ایک اکھڑ آدمی ۔ رحمان آباد میں تیسری سڑک پر کوٹھی نمبر 9 میں رہتا ہے ۔ اسے دھمکی آمیز خط دیا گیا تھا۔"

"اچھا، تو پھر؟"

"خدا جانے انسپکٹر جمشید کو کیسے پتا چل گیا ۔ شاید خان رحمان نے ہی بتا دیا ہو، کیونکہ دونوں گہرے دوست ہیں۔"

"بہت خوب! مگر انسپکٹر جمشید غوری اور اس کے ساتھی تک کیسے پہنچ گیا؟"

"یہ نہیں معلوم ہو سکا ۔ بہرحال، اب تم فوراً اپنے ساتھ چھ آدمی لے کر روانہ ہو جاؤ ۔ تمھیں غوری اور اس کے ساتھی بھولے کو رہا کرانا ہے اور اس کے ساتھ ہی خان رحمان کی بیٹی ناز کو اغوا کرنا ہے ۔ سمجھ گئے!"

"جی ہاں ۔ اور کوئی حکم؟"

"ہاں! یاد آیا ۔ وہاں تمھیں ایک اور بچی بھی ملے گی۔ اسے بھی اٹھا لاؤ۔"

"یہ کون ہے؟ خان رحمان کی دوسری بیٹی؟"

"نہیں ۔ اس کی تو ایک ہی بیٹی ہے ۔ یہ لڑکی سیٹھ حبیب اللہ کی ہے۔"

"سیٹھ حبیب اللہ!" راشد نے سوچتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔"

"شریف ٹاؤن کا سب سے بڑا رئیس ہے ۔ اسے بھی دھمکی بھرا خط دیا گیا تھا ۔ اس نے اپنے دوست خان رحمان کو مدد کے لیے بلانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا کہ کہ وہ خود مصیبت میں ہے ۔ اس لیے اب سیٹھ حبیب اللہ اس کے ہاں جا رہا ہے۔"

"بہت خوب! اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے دو شکار ایک جگہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔" راشد ہنسا۔

"ہاں! اور ان کے ساتھ انسپکٹر جمشید بھی ہے۔"

"اسے میں دیکھ لوں گا ۔ آپ فکر نہ کریں ۔ یہ آدمی مجھے سخت ناپسند ہے ۔ ہر جگہ اس کی ٹانگ اڑ جاتی ہے نہ صرف اس کی بلکہ اس کے بچوں کی بھی۔"

"انسپکٹر جمشید سے الجھنے کی کوشش نہ کرنا ۔ اپنا کام کر کے وہاں سے نکلنے کی کوشش کرنا۔"

"کیوں؟ اس سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟"

"نہیں ۔ میں خون خرابے کو پسند نہیں کرتا ۔ میں بہت امن پسند ہوں۔"

www.urdufanz.com

"تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔" راشد ہنسا۔

"اچھا، اب تم روانہ ہو جاؤ۔ ہمارا ایک آدمی خان رحمان کے گھر کے باہر پہلے ہی موجود ہے۔ وہ اس وقت تک ٹیلیفون کا تار کاٹ چکا ہوگا اور تمھیں ایک اور مزے کی بات بتاتا چلوں۔ گھر کے اندر بھی ایک آدمی موجود ہے جو ہماری مدد کرے گا۔ ہو سکتا ہے وہ تمھارے لیے مکان کا کوئی دروازہ یا کھڑکی کھول دے۔"

"بہت خوب! بہت تیزی سے کام ہو رہا ہے۔"

"ہاں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارے پہلے دو شکار ہیں جنھوں نے معاملہ اپنے تک نہیں رکھا اور بات دوسروں تک پہنچا دی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ان کی دونوں بیٹیاں تو ضرور ہی اغوا ہونی چاہییں، اور ساتھ ہی ہمارے دونوں ساتھی بھی رہا ہونے چاہییں تاکہ آئندہ کوئی شخص پولیس کو خبر کرنے کی جرأت نہ کرے۔"

"بہت خوب۔ تو پھر اجازت دیجیے۔"

"ٹھیک ہے۔" دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کونے پر لگا گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دوسرے ہی لمحے ایک لمبا تڑنگا نوجوان اندر داخل ہوا۔

"جی فرمائیے!"

"دیکھو راجر۔ تنویر اور دوسرے تین ساتھیوں سمیت فوراً تیار ہو جاؤ۔ تمھاری جیبوں میں پستول موجود ہوں۔ تیار ہو کر گاڑی میں بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

"بہتر!" راجر ایڑیوں پر گھوما اور کمرے سے نکل گیا۔

سب انسپکٹر اکرام نے جیپ سیٹھ حبیب اللہ کے دروازے پر روک دی۔ اس نے جیپ کا انجن بند نہیں کیا۔ وہ جیپ سے اترا اور تیزی سے دروازے پر پہنچا۔ گھنٹی کے جواب میں فوراً ہی کسی نے پوچھا۔

"جی فرمائیے؟ کون صاحب ہیں؟"

"دروازہ کھول دو۔" سب انسپکٹر اکرام نے کہا۔

"پہلے اپنا نام بتائیے۔"

"میں انسپکٹر اکرام ہوں اور مجھے خان رحمان نے بھیجا ہے۔ تم کون ہو؟"

"میں گھر کا ملازم ہوں۔ ٹھہریے۔ میں سیٹھ صاحب کو اطلاع دیتا ہوں۔" اس نے دروازہ کھولے بغیر کہا اور

پھر واپس چلا گیا۔ چند منٹ بعد اندر سے پوچھا گیا:

"فرمائیے؟ کیا بات ہے؟"

"مجھے خان رحمان نے بھیجا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ دروازہ کھول دو۔"

جوں ہی دروازہ کھلا ایک پستول انسپکٹر اکرام پر تن گیا۔

"خبردار جو تم نے حرکت کی!" سیٹھ حبیب اللہ نے کہا لیکن پھر اکرام کی وردی دیکھ کر پستول نیچے کر لیا اور بولا: "اوہ معاف کیجیے، انسپکٹر صاحب! دراصل حالات ہی ایسے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں جانتا ہوں۔" انسپکٹر اکرام نے کہا۔ ساتھ ہی اُس نے سیٹھ حبیب اللہ کا جائزہ لیا۔ وہ ایک صحت مند آدمی تھے۔ چہرے پر بڑی بڑی چمک دار آنکھیں تھیں۔ ناک بہت لمبی اور درمیان سے اُبھری ہوئی تھی۔ چہرہ صفاچٹ تھا۔

"فرمائیے؟ کیسے تکلیف کی؟"

"میں آپ کو لینے آیا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں خان رحمان کے گھر تک آپ کو حفاظت سے پہنچا دوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ انسپکٹر جمشید واقعی بہت سمجھ دار افسر ہیں۔ ہم پہلے ہی تیار ہو چکے ہیں۔" یہ کہہ کر انھوں نے اپنی بیوی اور بچی کو آواز دی۔ اور ملازم سے سوٹ کیس جیپ میں رکھنے کے لیے کہا۔

چند منٹ بعد وہ جیپ میں بیٹھ چکے تھے۔ انسپکٹر اکرام نے جیپ موڑی اور خان رحمان کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

"کیا واقعہ پیش آیا تھا؟" اُس نے پوچھا۔

"پہلے ایک دھمکی بھرا خط ملا تھا۔ میں نے خان رحمان کو فون کیا۔ عین اسی وقت ایک دھماکا ہوا۔ دروازے پر جا کر دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔ بس کاغذ کا ایک پرزہ پڑا تھا، جس پر لکھا تھا:

تم نے بات کو راز نہیں رکھا۔ اب تمھاری بیٹی کو ہلاک کر دیا جائے گا۔"

"ہوں! بالکل ایسا ہی واقعہ خان رحمان کے ساتھ پیش آیا ہے۔"

"اوہ!" سیٹھ حبیب اللہ نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا سیٹھ حبیب اللہ کو بھی دھمکی دی گئی ہے؟" انسپکٹ

جمشید نے غوری سے پوچھا۔

"کیسی دھمکی؟ میں نہیں سمجھتا کہ مجھے گرفتار کر کے یہاں کیوں لایا گیا ہے! آخر میں نے کیا کیا ہے؟ کس جرم کی بنا پر مجھے پکڑا گیا ہے؟ اگر میں نے کوئی جرم کیا ہے تو مجھے پکڑ کر تھانے کیوں نہیں لے جایا گیا؟ یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ تمہیں ان باتوں کا جواب عدالت میں دینا ہوگا۔"

"مجھے جواب دینا ہوگا۔ تم کیوں فکر کرتے ہو۔ ہاں، تم بتاتے ہو یا نہیں؟"

"میں ایک شریف شہری ہوں، اور مجھے بغیر کسی وجہ کے پکڑا گیا ہے۔"

"تم اور شریف! بہت خوب! تم یوں نہیں بتاؤ گے۔ ان دونوں کو کرسیوں کے ساتھ جکڑ دو۔" انسپکٹر جمشید نے سپاہیوں سے کہا۔

اس وقت کمرے میں خان رحمان کے علاوہ محمود، فاروق اور فرزانہ بھی موجود تھے۔ سپاہیوں نے اپنی بندوقیں دیوار کے سہارے کھڑی کیں اور غوری اور بھولے کی طرف بڑھے۔ یہی اُن کی غلطی تھی۔ انسپکٹر جمشید بھی اس وقت چونکے جب غوری اور بھولا بندوقوں کی طرف چھلانگ لگا چکے تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ انسپکٹر جمشید جیب سے پستول نکال سکتے،

ان کی طرف ایک دم دو بندوقیں تن گئیں۔

"ہاتھ اُوپر اُٹھا لو! خبردار جو تم میں سے کسی نے جنبش کی۔" غوری نے گرج کر کہا۔

ان کے ہاتھ اُوپر اُٹھ گئے۔ ان سب میں صرف فاروق ایسا تھا جس نے ہاتھ اُوپر نہیں اُٹھائے تھے۔

"تم بھی ہاتھ اُوپر اٹھاؤ۔"

"جی؟ مجھ سے کچھ کہا؟" فاروق نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔

"ہاں! ہاتھ اُوپر اٹھاؤ!"

"کس لیے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم بچوں کے پاس بھی ہتھیار موجود ہوں گے؟ یقین رکھو، میری جیب میں نقلی پستول تک نہیں ہے۔"

"بکو مت — میں تمہیں جانتا ہوں۔ ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ۔"

"مجھے جانتے ہو؟" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے بھائی اور بہن کو بھی بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اچھا! پھر تو ہاتھ اُوپر اُٹھانے ہی ہوں گے لیکن ... کیا تم مجھے ایک ٹافی کھانے کی اجازت بھی نہیں دو گے؟"

www.UrduFanz.com

"میں کہتا ہوں بک بک مت کرو۔"

"لیکن میں ٹافی کھائے بغیر ہاتھ اُوپر نہیں اُٹھاؤں گا۔"

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ وہ سب چونک اُٹھے۔

"یہ ضرور اکرام ہوگا۔" غوری نے کہا۔ پھر بھولے سے بولا۔ "بھولے! کمرے کا دروازہ بند کر دو لیکن چٹخنی نہ لگانا۔"

بھولے نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس دوران فاروق غوری کی نظر بچا کر جیب میں ہاتھ ڈال چکا تھا۔ اسی وقت غوری چیخا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟ میں گولی چلا دوں گا۔"

"صرف ٹافی نکال رہا ہوں۔ یہ رہی۔ مل گئی۔ لو! میں ہاتھ نکالے لیتا ہوں۔"

فاروق کا ہاتھ جیب سے نکلا۔ اس کے ہاتھ میں واقعی ٹافی تھی۔ غوری نے دیکھا تو اطمینان سے مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ شوق سے کھا سکتے ہو۔ لیکن ٹافی کھاتے ہی ہاتھ اُوپر اُٹھا دینا۔"

"ضرور ضرور۔" فاروق نے ٹافی کا کاغذ کھولنا شروع کر دیا۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور انسپکٹر اکرام اندر داخل ہوتے ہوئے بولا "لیجیے.... میں سیٹھ....!" اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ آنکھیں پھٹ گئیں۔ انسپکٹر جمشید اور اُس کے ساتھی ہاتھ اُوپر اُٹھائے کھڑے تھے۔

"خوش آمدید انسپکٹر اکرام! اُمید ہے تمہیں بھی ہاتھ اُوپر اُٹھانے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" غوری خوش ہو کر بولا۔

اکرام کے پیچھے سیٹھ حبیب اللہ، ان کی بیوی اور لڑکی بھی اندر آ چکے تھے اور حیران ہو کر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

"خان رحمان! یہ تم نے ہمیں کس مصیبت میں پھنسا دیا!" سیٹھ صاحب بولے۔

"جس میں خود پھنسا ہوا ہوں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"تم بھی ہاتھ اُوپر اُٹھا لو۔" غوری نے بلند آواز سے کہا۔

خان رحمان کے گھر سے کچھ فاصلے پر ایک کار رُکی اور اس میں سے چھ آدمی اُترے۔ اس وقت شام ہو چکی تھی اور تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ راشد نے کار کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

www.UrduFanz.com

"وہ سامنے خان رحمان کی کوٹھی ہے۔ پھاٹک میں سے بے دھڑک اندر گھس جاؤ۔ تاکہ کسی راہ گیر کو شک نہ ہو۔ پھر کوٹھی کے دروازے اور کھڑکیاں دیکھنا شروع کرو۔ ضرور کوئی نہ کوئی دروازہ یا کھڑکی کھلی ہوگی۔ ہمیں اس کھڑکی یا دروازے کے ذریعے اندر داخل ہونا ہے۔ اور اپنے دو ساتھیوں کو چھڑانا ہے۔ یہ دو ساتھی خوری اور بھولا ہیں۔ ان کے ساتھ ہی خان رحمان اور سیٹھ حبیب اللہ کی لڑکیوں کو بھی لے جانا ہے۔"

وہ لاپروائی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے پھاٹک میں داخل ہوگئے۔ پھاٹک کے دونوں طرف کافی اونچی باڑھ لگی تھی۔

"ضرورت کے وقت یہ باڑھ کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔" راشد نے دھیمی آواز میں کہا۔

سب سے پہلے انھوں نے صدر دروازہ آزمایا۔ وہ بند تھا۔ پھر انھوں نے دوسرے دروازے اور کھڑکیاں دیکھیں۔ لیکن تمام کو بند پایا۔

"حیرت ہے!" راشد کے منہ سے نکلا۔

"آپ کو کس بات پر حیرت ہے؟" راجر نے پوچھا۔

"مجھے بتایا گیا تھا کہ خان رحمان کے گھر کے اندر ہمارا

ایک آدمی پہلے ہی موجود ہے، جو کوئی دروازہ یا کھڑکی ہمارے لیے کھول دے گا۔ لیکن یہاں تو تمام دروازے بند ہیں۔"

"ہو سکتا ہے ابھی اسے موقع نہ ملا ہو۔"

"ہاں۔ یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔ تم یوں کرو کہ تنویر کو ساتھ لے کر کوٹھی کے پچھلے حصے کو دیکھ آؤ۔ شاید اس طرف کوئی کھڑکی کھلی ہو۔"

"جی، بہتر!" راجر تنویر کے ساتھ چلا گیا لیکن چند ہی منٹ بعد واپس آ گیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟" راشد نے پوچھا۔

"پچھلی طرف کھڑکیاں تو موجود ہیں لیکن ان میں سلاخیں لگی ہوئی ہیں۔"

"چھت پر چڑھنے کا بھی کوئی راستہ نہیں ہے؟"

"پانی کا پائپ لگا ہوا ہے۔ اس کے ذریعے کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"بہت خوب! اگر کوئی دروازہ نہ کھلا تو ہم اسی کو آزمائیں گے۔" راشد نے کہا۔

"اس سے پہلے تو کبھی کسی نے ہمارا مطالبہ ماننے سے انکار نہیں کیا، اور نہ ہی پولیس کو اطلاع دی۔ آخر اس

www.urdufanz.com

قسم کے آدمی کو خط بھیجا ہی کیوں گیا؟"

"یہ تو وہی جانے۔" راشد بولا۔

"وہ کون؟ آخر یہ کون ہے جو ہم سب سے گھر بیٹھے کام لیتا ہے؟" راجر نے پوچھا۔

"جو تمہیں اچھی بھلی تنخواہ دیتا ہے۔" راشد نے تیز لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں پروا کس بات کی ہے؟"

"میں سوچتا ہوں، اگر کبھی ہم پکڑے گئے تو اُس کا تو کچھ بھی نہیں بگڑے گا اور ہم ساری عمر جیل میں سڑیں گے۔ وہ خود تو کوئی کام کرتا ہی نہیں۔" راجر نے بُرا سا مُنھ بنایا۔

"خاموش رہو! وہ ہم سب سے زیادہ کام کرتا ہے۔ دماغ اُس کا کام کرتا ہے اور ہاتھ پیر ہمارے۔ تم اس بحث میں نہ ہی اُلجھو تو اچھا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بھی یہیں کہیں موجود ہو۔ اگر اُس نے تمھاری باتیں سُن لیں تو . . ."

اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ اندر سے ایک دھماکے کی آواز آئی بلکہ ایسا لگا جیسے کسی نے کوئی پٹاخا چھوڑا ہو۔ وہ چونک اُٹھے۔

کھُلی کھڑکی

اکرام اور اُس کے ساتھ آنے والوں نے بھی ہاتھ اُٹھا دیے۔ فاروق اس وقت تک ٹافی کا کاغذ اُتار چکا تھا۔ غوری کی نظر اُس پر پڑی تو چلّایا:

"کیا بات ہے؟ تم نے ابھی تک ہاتھ اُوپر نہیں اُٹھائے؟"

"خود ہی تو مجھے ٹافی کھانے کی اجازت دی تھی۔ تم نہیں چاہتے کہ میں ٹافی کھاؤں تو یہ لو۔ اسے تم خود کھالو۔" یہ کہتے ہی فاروق نے پھرتی سے ٹافی غوری کے مُنھ کی طرف اُچھال دی۔ ٹافی غوری کے مُنھ سے ٹکرائی اور ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گئی۔ غوری کے مُنھ سے چیخ نکل گئی اور بندوق اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ بھولا بھی اس کی طرف متوجّہ ہو گیا۔ محمود اس کے بالکل نزدیک کھڑا تھا۔ اُس نے چھلانگ لگائی اور بھولے کے بندوق والے ہاتھ پر ایک زوردار ہاتھ رسید کیا۔ بندوق اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ انسپکٹر جمشید اور خان رحمان

تیزی سے آگے بڑھے اور انھوں نے بندوقیں اُٹھا لیں۔
"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" وہ سب کے سب سیٹھ حبیب اللہ کی آواز سُن کر چونک اُٹھے۔ "یہ دونوں کون ہیں؟"

"یہ دھمکی آمیز خط دینے والوں میں سے ہی ہیں۔ اتفاق سے ہمارے ہاتھ لگ گئے تھے۔"

"بہت خوب! پھر تو آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اتنی جلدی دو مجرموں کو گرفتار بھی کر لیا۔" سیٹھ حبیب اللہ نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن ابھی اصل مجرم کو پکڑنا ہے۔ جب تک وہ ہاتھ نہیں آ جاتا، اس وقت تک یہ سلسلہ بند نہیں ہوگا۔ میں نے اسے دعوت تو دی تھی کہ آ کر اپنے ساتھیوں کو چھڑا لے، اور اسی لیے میں اس کے ساتھیوں کو لے کر تھانے نہیں گیا کہ ہو سکتا ہے اصل مجرم انھیں چھڑانے کے چکر میں یہاں چلا آئے۔ مجھے امید ہے کہ وہ آئے گا ضرور۔ اکرام تم ان دونوں کو کرسیوں سے جکڑ دو، اور سیٹھ صاحب! آپ اپنی بیوی اور بچی کو لے کر دوسرے کمرے میں چلے جائیں۔ وہاں پہلے ہی خان رحمان کے بیوی بچے موجود ہیں۔"

"بھئی، میں ان دونوں کو وہاں چھوڑ آتا ہوں۔ خود وہاں بیٹھ کر کیا کروں گا۔ کیا مکان کے سب دروازے اندر سے بند ہیں؟" سیٹھ صاحب نے پوچھا۔

"ہاں۔ آپ بے فکر رہیں۔"

"بہت خوب!" سیٹھ حبیب اللہ اپنی بیوی اور بچی کو لے کر کمرے سے نکل گیا۔

"بھئی فاروق، تمھاری ٹانی نے تو خوب کام کیا۔ یہ حیرت انگیز ٹانی تمھیں ملی کہاں سے؟" خان رحمان نے پوچھا۔

"چھوڑو یار، یہ تینوں بہت شیطان ہیں۔ اکثر پروفیسر داؤد کے ہاں جاتے رہتے ہیں۔ تم تو جانتے ہی ہو، وہ ملک کے سب سے بڑے سائنس دان ہیں اور ہمارے دوست بھی ہیں۔ ان تینوں کو وہ بہت ہی چاہتے ہیں۔ یہ جب بھی وہاں جاتے ہیں، ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ کوئی حیرت انگیز چیز بنا کر دیں۔ ابھی پچھلے دنوں یہ ان سے ایک پنسل تراش لائے تھے۔"

"خیر، یہ بات ماننی پڑے گی کہ تمھارے ساتھ یہ بچے بھی پورے جاسوس بنتے جا رہے ہیں۔" خان رحمان نے کہا۔ "اب جب تک یہ چکر ختم نہیں ہو جاتا، یہ یہاں

ہی رہیں گے۔ کیوں بچو! تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"یہ سیٹھ حبیب اللہ کہاں رہ گئے؟ ابھی تک واپس نہیں آئے۔"

"بچوں کو تسلی دے رہے ہوں گے۔"

"یہ کب آپ کے دوست بنے؟" انسپکٹر اکرام نے پوچھا۔

"میرا بہت پرانا دوست ہے۔"

اسی وقت ایک ساتھ دو باتیں ہوئیں۔ سیٹھ حبیب اللہ کمرے میں داخل ہوئے اور ساتھ ہی کوٹھی کا بیرونی دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا۔ انسپکٹر جمشید اُٹھ کر دروازے کی طرف بھاگے۔ خان رحمان سیٹھ حبیب اللہ، محمود، فاروق اور فرزانہ ان کے پیچھے تھے۔

"ارے! یہ آواز کیسی تھی؟" راشد چونکا۔

"معلوم ہوتا ہے کوئی پٹاخا چھوٹا ہے۔" راجر بولا۔

"بھلا اندر پٹاخے کا کیا کام!" تنویر نے پوچھا۔

"یہ آواز کم از کم کسی پستول کے فائر کی تو تھی نہیں۔" راشد نے کہا۔

"ہاں! آواز فائر کی نہیں تھی۔"

"ضرور اندر کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔"

"تو ایسا کرو کہ ایک بار پھر دروازے اور کھڑکیاں دیکھ ڈالو۔"

"اچھا!" راجر اور تنویر دروازے اور کھڑکیاں دیکھنے لگے۔

"سب بند ہیں۔" راجر نے اعلان کیا۔

"حیرت ہے!"

"اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ پائپ کے ذریعے چھت پر چڑھا جائے۔" راجر نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ تم اور تنویر پائپ کے ذریعے اوپر چڑھ جاؤ۔ اور نیچے پہنچ کر کوئی کھڑکی کھول دو تاکہ ہم بھی اندر داخل ہو سکیں۔"

"جی، بہت بہتر!" راجر اور تنویر وہاں سے چلے گئے۔

راشد اور بقیہ ساتھی باڑھ کی اوٹ میں بیٹھ گئے۔

ایک منٹ بھی نہ گزرا ہوگا کہ انھوں نے راجر اور تنویر کو واپس آتے دیکھا۔

"کیوں؟ اب کیا ہوا؟"

"میں نے بائیں طرف ایک کھڑکی کی چٹخنی گرائے جانے کی آواز سنی ہے۔"

www.urduFanz.com

"اوہ! اب کھڑکی کھل گئی ہے تو پھر پائپ کے ذریعے چڑھنے کی ضرورت نہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔"

وہ سب راشد کے پیچھے چل پڑے۔ کھڑکی کے نیچے پہنچ کر راشد نے کھڑکی کو آہستہ سے دھکیلا۔ اس کا پٹ کھلتا چلا گیا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اطمینان کا سانس لیا کہ کھڑکی میں سلاخیں نہیں تھیں۔ راشد چند لمحے کھڑا سوچتا رہا۔

"آپ کیا سوچنے لگے؟ اندر کیوں نہیں چلتے؟" راجر نے پوچھا۔

"اس طرح اندر داخل ہونا خطرناک ہوگا۔" میرے ذہن میں ایک زوردار ترکیب آ رہی ہے۔ ہاں ٹھیک ہے۔ دیکھو راجر! میں ایک آدمی کے ساتھ جا کر صدر دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹاتا ہوں — وہ سب دروازے پر دوڑے آئیں گے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولیں ہم دوڑ کر باڑھ کے پیچھے چھپ جائیں گے۔ مطلب یہ کہ وہ دروازے کی طرف متوجہ ہوں گے اور تم اندر جا کر دونوں لڑکیوں اور اپنے دو ساتھیوں کو کھڑکی کے ذریعے باہر لے آؤ گے۔"

"بہت شاندار تدبیر ہے۔ اچھا تو پھر آپ جائیں۔"

راشد نے ایک آدمی کو ساتھ لیا اور صدر دروازے پر آیا۔ پھر دونوں نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ جلد ہی انھیں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔

"وہ لوگ آ رہے ہیں۔ بس اب یہاں سے ہٹ آؤ۔" راشد نے اپنے ساتھی سے کہا۔ دونوں دروازے سے ہٹ کر باڑھ کے دوسری طرف جا کر لیٹ گئے۔ دوسرے ہی لمحے دروازہ کھل گیا۔

"ارے! یہاں تو کوئی بھی نہیں۔" انھوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی۔

"کمال ہے! کیا ہم سب کے کان بجے تھے؟" خان رحمان نے کہا۔

"چلو، اندر چلو۔ ہمیں وہم ہوا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے یہ کہتے ہوئے دروازہ اندر سے بند کر دیا اور واپس پلٹے ان کے ساتھ دوسرے بھی چل پڑے۔ ابھی چند قدم بھی نہ چلے ہوں گے کہ دروازہ ایک بار پھر زور زور سے پیٹا جانے لگا۔ ان کے قدم رک گئے۔

راجر نے دونوں ہاتھ کھڑکی کی چوکھٹ پر رکھے اور اچک

www.UrduFanz.com

کر اُس پر چڑھ گیا۔ دُوسرے ہی لمحے وہ کمرے کے اندر تھا۔ اس کے بعد تنویر اور دُوسرے دو ساتھی بھی اسی طرح اندر پہنچ گئے۔ راجر نے کمرے میں چاروں طرف دیکھا۔ وہاں اسے بچّوں کی کتابیں اور دُوسری چیزیں نظر آئیں۔

"یہ ضرور خان رحمان کے بچّوں کا کمرا ہے۔ آؤ! باہر نکل کر دیکھیں۔"

انھوں نے کمرے کا دروازہ کھولا تو باہر ایک برآمدہ نظر آیا۔ اس کمرے سے تھوڑے فاصلے پر دُوسری سمت میں ایک اور کمرا تھا۔ وہ اس طرف بڑھے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ انھیں غوری اور بھولا کرسیوں سے بندھے نظر آئے۔

"انھیں کھولو۔" راجر نے کہا اور خود بھی جیب سے چاقو نکال کر غوری کی رسّیاں کاٹنے لگا۔

"جلدی کرو! دونوں بچّیاں اندرونی کمرے میں ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔" غوری بولا۔ اسی وقت انھوں نے دروازہ دوبارہ پیٹے جانے کی آواز سُنی۔

"یہ کون ہے؟" غوری نے پُوچھا۔

"راشد اور ایک ساتھی۔"

"بہت خوب! انھوں نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ اب آؤ!"

وہ اندرونی کمرے کی طرف بڑھے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور دونوں عورتیں اور بچّے حیران و پریشان دروازہ پیٹے جانے کی آوازیں سُن رہی تھے۔ وہ انھیں دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔

"خبردار! کسی نے شور مچایا تو گولی سے اُڑا دیں گے۔" راجر اور اُس کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر بچّوں کے مُنھ پر ہاتھ رکھ دیے تاکہ خوف کی وجہ سے چلّانے نہ لگیں۔

"لڑکیوں کو کندھوں پر اُٹھا کر باہر نکل چلو۔ اور تم! اگر تم میں سے کسی کے مُنھ سے آواز بھی نکلی تو گولی مار دُوں گا۔" غوری نے غرّا کر کہا۔

راجر اور تنویر نے ناز اور سیٹھ حبیب اللہ کی لڑکی رُوبی کو اُٹھا لیا اور کمرے سے نکل گئے۔ ان کے بعد وہ چاروں بھی نکل آئے۔ باہر نکلتے ہی غوری نے دروازہ بند کر دیا اور پھر راجر اور تنویر کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی کمرے میں بند عورتوں اور حامد اور سرور نے چلّانا شروع کر دیا۔

www.Urdufanz.com

"دبے پاؤں دروازے کی طرف چلو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور دروازے پر پہنچ کر ایک دم اُسے کھول دیا۔

"یہاں تو کوئی نہیں۔ آؤ باہر چل کر دیکھیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور دروازے سے باہر نکل آئے۔ ان کے ہاتھ میں پستول تھا۔

"خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ میں نے تمھیں دیکھ لیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔ دُوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

"کہیں ہمیں دھوکا تو نہیں دیا جا رہا ہے۔" اچانک محمود نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔ "ہمیں دروازے کی طرف لگا کر کہیں وہ لوگ اندر داخل ہونے کی کوشش نہ کر رہے ہوں۔"

"ناممکن۔ تمام دروازے اور کھڑکیاں بند ہیں۔" خان رحمان نے کہا۔

"کیا کسی اور ذریعے سے کوئی مکان میں داخل ہو سکتا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"نہیں۔ مکان کی پچھلی طرف ایک پائپ تو ضرور لگا ہوا ہے۔ مگر چھت کے زینے کا دروازہ بھی میں نے بند کر

دیا ہے۔ لہٰذا کوئی اس طرف سے چڑھ بھی جائے تو بھی وہ کمرے کی کھڑکی سے اندر نہیں اُتر پائے گا۔"

"بہت خوب! انتظام تو بہت پکا کیا ہے تم نے۔ تو پھر آؤ! ذرا یہ باڑھ دیکھ لیں۔"

انسپکٹر جمشید آگے بڑھنے لگے۔ خان رحمان ان کے پیچھے تھے مگر سیٹھ حبیب اللہ نے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔

دُوسری طرف کی باڑھ کی طرف محمود اور فاروق بڑھنے لگے۔ ان کے ساتھ فرزانہ بھی تھی۔ انسپکٹر جمشید نے جوں ہی انھیں آگے بڑھتے دیکھا، وہ چلّائے: "یہ تم کیا کر رہے ہو؟ چلو! فوراً دروازے میں جا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

تینوں ٹھٹک گئے اور واپس دروازے میں آ کھڑے ہوئے۔

"میرا خیال ہے کوئی باڑھ کے پیچھے چھپا ہوا ضرور ہے۔" محمود بولا۔

"مُصیبت یہ ہے کہ باڑھ کی دُوسری طرف اندھیرا ہے۔ اگر وہاں چھپا ہوا دُشمن مسلّح ہوا تو کیا ہوگا؟" فاروق نے کہا۔ "ابا جان کو اس بات کا خیال ہے؟ انھیں اس

www.UrduFanz.com

طرح آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔"

"میرا خیال ہے اس میں کوئی خطرہ نہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"وہ کیسے؟" فاروق نے پوچھا۔

"ایسے میں مجرم فائر نہیں کرے گا کیوں کہ اس کا بچنا بھی محال ہو جائے گا۔"

انسپکٹر جمشید پستول لیے راشد اور اس کے ساتھی کے نزدیک پہنچ چکے تھے، مگر وہ دونوں اندھیرے میں تھے اور وہ انھیں دیکھ نہیں سکے تھے۔ البتہ دو قدم اور آگے بڑھنے پر وہ انھیں ضرور دیکھ لیتے لیکن اسی وقت اندر سے شور کی آواز سنائی دی۔ وہ چونک اٹھے۔

"وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔" وہ یہ کہتے ہوئے اندر کی طرف دوڑے۔

فرزانہ کی چال

چیخنے چلانے کی آوازیں بچوں اور عورتوں کے کمرے سے آ رہی تھیں۔ سب سے پہلے انسپکٹر جمشید اس کمرے کے پاس پہنچے۔ ان کے پیچھے دوسرے بھی دوڑے آ رہے تھے۔ انھیں دروازہ باہر سے بند نظر آیا۔ انھوں نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر ایک دم چیخ پکار شروع ہو گئی۔

"خاموش رہو! آخر ہوا کیا ہے؟" خان رحمان نے گرج کر پوچھا۔

"وہ لے گئے ــــ وہ لے گئے۔ ناز اور روبی کو لے گئے۔"

"کیا!!" کئی چیخیں بلند ہوئیں۔ پھر انسپکٹر جمشید چلائے ــــ "اکرام! دوڑو!"

وہ دوڑتے ہوئے اس کمرے کے دروازے تک آئے جس کی کھڑکی کے ذریعے مجرم اندر داخل ہوئے تھے۔

"ارے! اس کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ تو کیا وہ اس کھڑکی سے داخل ہوئے اور پھر فرار بھی ہو گئے؟" انسپکٹر

www.urdufanz.com

جمشید بولے۔ ان کے لہجے میں سخت حیرت تھی۔

"کیا یہ کھڑکی کھلی رہ گئی تھی؟" خان رحمان سے پوچھا گیا۔

"ہرگز نہیں۔"

"اکرام! یہ سب تو بعد میں بھی ہوتا رہے گا۔ میں کہتا ہوں بچیوں کو اغوا کرنے والے ابھی زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ آؤ ان کا پیچھا کریں۔" انسپکٹر جمشید دروازے کی طرف دوڑے۔

"ہم بھی آ رہے ہیں۔" محمود اور فاروق چلائے۔

اور وہ تینوں بھی اکرام کے پیچھے دوڑنے لگے۔ جلد ہی وہ جیپ میں سوار ہو گئے۔

"مشرقی پہاڑیوں کی طرف لے چلو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور اکرام نے جیپ پوری رفتار پر چھوڑ دی۔

سڑک دور دور تک سنسان پڑی تھی۔ پوری رفتار سے جیپ چلانے کے باوجود بھی ابھی کوئی کار آگے جاتی نظر نہیں آئی تھی۔

"آخر کھڑکی کیسے کھل گئی؟" محمود نے پوچھا۔

"انکل رحمان کے گھر میں کوئی غدار موجود ہے جس نے کھڑکی کھولی ہوگی۔" فرزانہ بول اٹھی۔

انسپکٹر جمشید اس کی بات سن کر چونک اٹھے: "بہت خوب تو تم نے بھی یہی بات سوچی ہے۔"

"جی ہاں۔ میرا ذہن فوراً اس طرف گیا تھا۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اس غدار کا پتا تو فوراً ہی لگا لوں گا۔ اس سے بھی مجرم کے بارے میں شاید ہی کچھ معلوم ہو سکے۔ دراصل مجرم حد سے زیادہ چالاک ہے۔ اس کے لیے کام کرنے والے اسے بالکل نہیں جانتے، اس لیے وہ ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

"ابا جان! وہ دیکھیے دور ایک کار کی سرخ بتیاں نظر آ رہی ہیں۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ یہ مجرموں کی ہی کار ہو۔"

اگلی کار 60-70 کی رفتار سے جا رہی تھی۔ اکرام اس تک پہنچنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ اچانک کار ایک موڑ پر مڑی اور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

اگلی کار راشد چلا رہا تھا۔ غوری اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پچھلی سیٹ پر باقی ساتھی بیٹھے تھے اور انھوں نے دونوں بچیوں کو بے دردی سے اپنے پیروں پر بٹھایا ہوا تھا۔

"ہمارے پیچھے ایک جیپ آ رہی ہے۔" غوری نے راشد کو بتایا۔

"میں جانتا ہوں۔" راشد نے کہا۔

"پھر؟ اب کیا کیا جائے؟ میرا خیال ہے کہ اس میں ضرور انسپکٹر جمشید ہوگا۔"

"تو یہ لو! میں درمیانی فاصلہ زیادہ کیے دیتا ہوں۔" راشد بولا۔

"لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس بھاگ دوڑ سے فائدہ کیا ہوگا؟ مشرقی پہاڑیوں کے پاس جا کر ہمیں رُکنا تو پڑے گا ہی تاکہ ان بچیوں کو ٹھکانے پر پہنچایا جا سکے اس صورت میں انسپکٹر جمشید ہمارے ٹھکانے سے بھی واقف ہو جائے گا۔"

"پھر کیا کیا جائے؟" راشد نے پوچھا۔

"میری ایک تجویز ہے۔ اس سڑک پر دو تین میل دور ایک موڑ آئے گا۔ موڑ مڑتے ہی گاڑی روک لینا۔" غوری نے کہا۔

"تاکہ انسپکٹر جمشید ہمیں پکڑ لے؟"

"پہلے سن تو لو! جونہی کار رُکے گی، میں اور پیچھے بیٹھے ہوئے ساتھی بچیوں کو لے کر اتر جائیں گے اور سڑک کے کنارے درختوں کے جھنڈ میں جا چھپیں گے۔"

"اور اگر وہاں درخت نہ ہوئے تو؟"

"وہاں درختوں کے جھنڈ موجود ہیں۔"

"لیکن تم تو چلے جاؤ گے۔ میں کیا کروں گا؟"

"تم گاڑی کو پوری رفتار سے چھوڑ دینا۔"

"بہت خوب! اس صورت میں اگر میں پکڑا بھی جاؤں تو انسپکٹر جمشید مجھے گرفتار نہیں کر سکے گا۔ تم بچیوں کو لے کر پیدل ٹھکانے تک جاؤ گے؟"

"ہاں! ٹھکانا وہاں سے دور ہی کتنا ہے۔"

"بھئی بہت خوب! ایمان سے تم نے بہت زور دار ترکیب سوچی ہے۔ لو پھر تیار ہو جاؤ۔ موڑ آنے والا ہے۔" راشد نے کہا۔ غوری اور اس کے ساتھی اترنے کی تیاری کرنے لگے۔

ان کی جیپ موڑ پر پہنچی تو اگلی کار کچھ نزدیک نظر آئی۔ ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ کار میں صرف ایک آدمی بیٹھا تھا۔

"درمیانی فاصلہ یک بیک کم ہو گیا ہے، جب کہ اس سے پہلے اگلی کار بہت تیز دوڑتی رہی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔ "مجھے تو گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"

"جو کچھ بھی گڑبڑ ہوئی ہے، اسی موڑ پر ہوئی ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ میرا خیال ہے اس کار میں بچیاں موجود تھیں لیکن جب انھوں نے جیپ کو تعاقب میں دیکھا تو بچیوں کو اپنے آدمیوں کے ساتھ اِس موڑ پر اُتار دیا۔" محمود بولا۔

"اور اب مجرم چاہتے ہیں کہ ہم کار کا تعاقب کرتے ہوئے دُور نکل جائیں۔" فاروق نے کہا۔

"تمھارے دماغ بہت تیز ہیں۔" انسپکٹر اکرام نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کیا خیال ہے سر؟ اب کیا کیا جائے؟"

"ہو سکتا ہے کار میں جانے والا مجرم اہم ہو۔ ہو سکتا ہے وہی اصل مجرم ہو۔ لیکن میں اس وقت بچیوں کو بچانا چاہتا ہوں۔ جُوں ہی اگلا موڑ آئے، گاڑی روک کر موڑ لینا۔ ہم واپس اسی موڑ پر چلیں گے۔"

"انسپکٹر اکرام نے ایسا ہی کیا۔ جُوں ہی اگلی کار مُڑی اُس نے جیپ روک لی اور واپس موڑ کر پُوری رفتار پر چھوڑ دی۔ تین چار منٹ بعد وہ اس موڑ پر پہنچ گئے۔

"یہاں تو دُور دُور تک کسی آدمی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔" اکرام بولا۔

"تین چار منٹ بہت ہوتے ہیں۔ ہم نے کافی دیر کر دی۔۔۔"

"یعنی ہم ادھر کے رہے نہ اُدھر کے۔" محمود مایوسی سے بولا۔

"فکر نہ کرو۔ اکرام! جیپ مشرقی پہاڑیوں والی سڑک پر موڑ دو۔ رفتار بہت کم رکھنا۔"

"جی بہتر!"

"محمود اور فاروق، تم دونوں سڑک کے دائیں طرف دیکھنا۔ میں اور فرزانہ بائیں طرف کے درختوں میں دیکھیں گے۔ اور اکرام! تم صرف جیپ چلاؤ گے۔" انسپکٹر جمشید نے ہدایات دیں۔

اکرام نے جیپ مشرقی پہاڑیوں والی سڑک پر چھوڑ دی۔ جیپ بہت سُست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔

"اِس مرتبہ عجیب و غریب مجرموں سے پالا پڑا ہے۔ کم بخت اتنی تیزی سے اپنے پروگرام بناتے ہیں کہ کچھ سوچنے سمجھنے کی مُہلت ہی نہیں ملتی۔" انسپکٹر اکرام نے کہا۔

"میرے ذہن میں اس وقت سب سے بڑا سوال یہ گُونج

رہا ہے کہ کھڑکی کس نے کھولی تھی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔
"جہاں تک میرا خیال ہے، خان رحمان کا کوئی ملازم مجرموں سے مل گیا ہے۔" اکرام نے کہا۔
"ہاں! اس بات کا امکان ہے۔"
"کیا آپ نے سیٹھ حبیب اللہ سے وہ دونوں خط لے لیے تھے؟" محمود نے پوچھا۔
"نہیں۔ اس کا موقع ہی کہاں ملا۔ جوں ہی وہ اپنے بیوی بچوں کو کمرے میں چھوڑ کر آیا، بیرونی دروازہ پیٹا جانے لگا۔ اور ہم ادھر بھاگ کھڑے ہوئے۔" انسپکٹر جمشید نے بتایا۔
"آخر دروازہ کس نے پیٹا تھا؟ کیا اسی نے جس نے کھڑکی کھولی تھی؟" فرزانہ بولی۔
"نہیں۔ وہ ضرور کوئی اور ہوگا۔ کھڑکی کھولنے والا تو گھر کے اندر تھا۔" فاروق نے کہا۔
"اور تم بھول رہے ہو... ٹیلے فون کے تار بھی تو کٹے ہوئے پائے گئے تھے...." انسپکٹر جمشید نے انھیں یاد دلایا۔
"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خان رحمان کے گھر میں ایک سے زیادہ غدار موجود ہیں؟" اکرام نے پوچھا۔

"میرا یہی خیال ہے۔"
"ابا جان، مجھے بائیں طرف ایک سرخ سا کپڑا نظر آیا۔" فاروق نے کہا۔ وہ چونک اٹھے۔
اکرام نے بریک لگائے۔
"تم لوگ جیپ میں ہی بیٹھو گے۔ میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور جیپ سے اتر کر جنگل کی طرف بڑھنے لگے۔ جلد ہی وہ واپس آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک سرخ رنگ کا رومال تھا۔
"یہ رومال..... نازیا رومی کا ہی ہو سکتا ہے۔" انھوں نے کہا۔
"میرا خیال ہے، یہ ناز کا ہے۔" فرزانہ بولی۔
"اچھا! تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہی ہیں۔"
"پھر؟ اب کیا کیا جائے؟" اکرام نے پوچھا۔
"جیپ کو سڑک سے اتار کر درختوں کے درمیان کھڑی کر دو۔ ہم یہاں سے پیدل چلیں گے۔"
اکرام نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر وہ جیپ سے اتر کر، درختوں میں سے ہو کر، آگے بڑھنے لگے۔

www.UrduFanz.com

غوری اور بھولا دُوسرے چار ساتھیوں کے ساتھ درختوں میں سے ہوتے ہُوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ انھوں نے ناز اور رُوبی کے بازو پکڑ رکھے تھے اور انھیں تیز چلنے پر مجبُور کر رہے تھے۔

"انسپکٹر جمشید بے چارہ راشد کے پیچھے بھاگا جا رہا ہوگا۔" بھولا ہنسا۔

"کاش میں وُہ منظر دیکھ سکتا! جب انسپکٹر جمشید راشد کی کار کو رُکنے پر مجبُور کر دے گا اور اس میں سے کچھ بھی برآمد نہ ہوگا۔ اس وقت انسپکٹر جمشید کا چہرہ دیکھنے والا ہوگا۔"

"کیا اس وقت ٹھکانے پر کوئی اور لڑکی بھی موجُود ہے؟" بھولے نے پُوچھا۔

"نہیں۔ خان رحمان اور سیٹھ حبیبُ اللہ کی طرح لوگ ہمارا مُطالبہ ماننے سے اِنکار نہیں کرتے، بلکہ فوراً ہی رقم لے کر کھنڈر میں پہنچ جاتے ہیں۔"

"کھنڈر میں رقم کون وصُول کرتا ہے؟" بھولے نے پُوچھا۔

"مجھے نہیں معلُوم لیکن تم کیوں پُوچھ رہے ہو؟" غوری نے کہا۔

"آخر کوئی تو ہوگا، جو رقم وصول کرتا ہے۔"

"کم از کم وُہ میں نہیں ہُوں۔" غوری نے اسے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

"تو پھر وُہ راشد ہوگا۔"

"پتا نہیں۔ میں نے اِس بارے میں کبھی نہیں سوچا، اور سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ڈیڑھ ہزار روپے مہینا تنخواہ کچھ کم تو نہیں کہ میں اس سے یہ پُوچھتا پھروں کہ کھنڈر میں رقم کون وصول کرتا ہے ——— تمھیں آخر اُس کے مُتعلق اتنی پریشانی کیوں ہے؟"

"پریشانی تو نہیں ہے، البتّہ ایک خیال رہ رہ کر آتا ہے۔" بھولا کچھ سوچتے ہُوئے بولا۔

"کیا؟"

"کہیں وہ خُود ہی تو رقم وصُول نہیں کرتا۔"

"نہیں۔ وہ اتنا خطرناک کام کبھی خُود نہیں کرتا بلکہ وُہ تو کسی کام کو ہاتھ لگاتا ہی نہیں۔ صرف ٹیلیفون پر پیغام دیتا رہتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہُوا کہ جب بھی کبھی ہم پکڑے گئے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"ہاں!"

www.urduFanz.com

"تو ہم اس کا ساتھ کیوں دیں؟" بھولے نے عجیب انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" غوری نے چونک کر پوچھا۔

"کیوں نہ ہم اس سے الگ ہو کر یہ کاروبار کریں؟"

"وہ بہت ذہین آدمی ہے۔ ہم اس کی طرح اس کاروبار کو کامیابی کے ساتھ نہیں چلا سکیں گے۔"

وہ دونوں آگے آگے چل رہے تھے۔ باقی ان کے پیچھے چند قدم کے فاصلے پر آ رہے تھے۔ اچانک ناز نے دو تین چھینکیں اوپر تلے ماریں۔ پھر اس نے کہا۔

"میرا بازو چھوڑ دو ــــ میں ناک صاف کروں گی۔"

اس کا بازو چھوڑ دیا گیا۔ اس نے جیب سے سرخ رنگ کا رومال نکال ناک صاف کی اور رومال ہاتھ سے چھوڑ دیا ــــ کسی نے رومال کی طرف توجہ نہ دی۔ تقریباً آدھ گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد انھیں کھنڈر دکھائی دیا۔ کھنڈر کے پیچھے ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی۔ وہ اس کی طرف بڑھنے لگے، یہاں تک کہ اس کے دامن میں پہنچ گئے۔ غوری نے یہاں پہنچ کر چاروں طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا۔

"آخر ہم انسپکٹر جمشید کو چکما دینے میں کامیاب ہو ہی

گئے۔ لے چلو انھیں غار میں۔"

پہاڑی میں ایک غار تھا جس کا منہ جھاڑیوں سے ڈھک دیا گیا تھا۔ ان میں سے دو نے جھاڑیاں ہٹا دیں اور وہ اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک کافی کھلا غار تھا۔ اندر پہنچ کر غوری نے دیا سلائی جلائی۔ دیا سلائی کی مدھم روشنی میں اس نے لیمپ ڈھونڈا اور پھر اسے روشن کر دیا۔ غار میں ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگی۔

"لو بچیو! اب تم دونوں یہاں رہو گی۔ تمھارے ماں باپ جب ہمارا مطالبہ پورا کر دیں گے تو ہم تمھیں چھوڑ دیں گے۔" غوری نے کہا۔ دونوں لڑکیاں گم صم کھڑی تھیں۔ ان کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلا۔

"ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دو، بھولے! تم ایک آدمی کے ساتھ رات یہیں گزارو گے۔"

"جی بہت اچھا۔"

"تو پھر ہم چلتے ہیں۔"

غوری جوں ہی غار کے منہ کی طرف مڑا، وہ چونک اٹھا۔ اس کے باقی ساتھیوں کے چہرے بھی خوف سے زرد پڑ گئے۔ انسپکٹر جمشید پستول تانے کھڑے تھے۔

"بہت خوب! تم ان بچیوں کے متعلق اپنا حکم سنا چکے

اب اپنے بارے میں سُنو۔ تم آج کی رات حوالات میں گزارو گے۔ اور آج کی رات ہی کیا، اب تو تمھیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہی رہنا ہوگا۔ چلو، ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ اکرام! ان کی جیبوں سے پستول نکال لو!"

"ابا جان!" اچانک فرزانہ کو کچھ خیال آیا۔

"کیا بات ہے بیٹی؟" اُنھوں نے پُوچھا۔

"جی... جی کچھ نہیں۔" فرزانہ نے کہا اور باہر نکل آئی۔

راشد نے موڑ مُڑنے کے بعد پیچھے دیکھا اور کسی خیال سے کار کی رفتار آہستہ کر لی۔ اسے انسپکٹر جمشید کی جیپ نظر نہیں آئی تھی۔ اس وقت تک جیپ کو موڑ پر پہنچ جانا چاہیے تھا۔ یہ بات حیرت کی تھی۔ کافی دُور نکل آنے پر بھی جیپ دکھائی نہ دی۔ تو اُس نے کار روک لی۔ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا۔ جیپ کیوں نہیں پہنچی؟ کیا انسپکٹر جمشید ہماری چال کو سمجھ گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو خوری اور دُوسرے ساتھی مصیبت میں پھنس سکتے ہیں۔ پھر میں کیا کروں؟ مجھے ان کی مدد کو جانا چاہیے یا نہیں؟ ہاں! مجھے ان کی مدد کرنی ہی پڑے گی،

ورنہ میں خود بھی مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔"

اِن خیالات کے آتے ہی اُس نے کار واپس موڑ لی اور اس موڑ کی طرف چل پڑا، جس پر وہ الگ ہوئے تھے۔ واپسی پر اسے جیپ کہیں دکھائی نہ دی۔ آخر وہ اس موڑ پر آیا — یہاں خوری اور دُوسرے ساتھی بھی نہیں تھے اب اُس نے کار شمالی پہاڑیوں والی سڑک پر چھوڑ دی۔

اچانک وہ چونک اُٹھا۔ ایک جگہ درختوں میں اسے جیپ نظر آئی تھی۔ وہ کار سے اُتر کر جیپ کی طرف بڑھا۔ ایسا کرتے وقت وہ درختوں کی آڑ لے رہا تھا۔ نزدیک پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ جیپ خالی ہے۔

ایک بار پھر وہ چل پڑا، اور کھنڈر سے کچھ فاصلے پر کار سے اُتر آیا — اب وہ غار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے غار کے مُنھ پر سے جھاڑیاں ہٹی ہوئی دکھائی دیں۔ اس کا مطلب صاف تھا۔ اس کے ساتھی یہاں تک پہنچ چکے تھے اور جنگل میں جیپ ہونے کا مطلب بھی صاف تھا۔ انسپکٹر جمشید بھی یہاں پہنچ چکا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

وہ ایک دم غار میں داخل نہیں ہوا۔ پہلے اس نے دُور ہی سے اندر کے حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔

لیکن کچھ نظر نہ آنے پر غار کے مُنھ کے پاس چلا آیا۔ اب اس نے اندر جھانکا۔

اس کے ساتھی ہاتھ اُوپر اُٹھائے کھڑے تھے اور اکرام ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں اسے پستول نظر آیا۔ وقت بہت کم تھا۔ وُہ ایک دم دبے پاؤں آگے بڑھا اور پستول انسپکٹر جمشید کی کمر سے لگا کر بولا:

"زندگی چاہتے ہو تو پستول پھینک دو۔"

اُس کی آواز سُن کر سب چونک اُٹھے۔ انسپکٹر جمشید نے پستول زمین پر گرا دیا۔

"وُہ مارا!" غوری چلّایا۔ انسپکٹر اکرام کے بڑھتے قدم رُک گئے اور وُہ پریشانی کے عالم میں انسپکٹر جمشید کو دیکھنے لگا۔ اُنھوں نے مُسکراتے ہُوئے کہا:

"کوئی بات نہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔"

"اب پانسا پلٹ چُکا ہے انسپکٹر صاحب! اب تم سب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" غوری نے کہا۔

"یار محمود! یہ جُملہ ہم کتنی مرتبہ سُن چکے ہیں۔" فاروق نے غوری کا مذاق اُڑاتے ہُوئے کہا۔

"کم از کم تین سو تین مرتبہ۔" محمود نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب یہ ہُوا کہ اس وقت تین سو چوتھی مرتبہ سُنا ہے۔"

انسپکٹر جمشید نے مُسکرا کر انھیں دیکھا کیونکہ وُہ مجرموں کا دھیان بٹانے کی فکر میں تھے لیکن دُوسرے ہی لمحے مُسکراہٹ ان کے چہرے سے غائب ہو گئی۔ محمود اور فاروق کے پاس فرزانہ موجود نہیں تھی۔ اُنھوں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ فرزانہ غار میں نہیں تھی۔ اب وہ سمجھے کہ اُس وقت فرزانہ کیا کہنا چاہتی تھی۔

"تم سب ایک طرف ہٹ جاؤ اور انھیں سامنے کھڑا کر دو۔ ہم ان پر ایک ساتھ گولی چلائیں گے۔" راشد نے غوری اور دُوسرے ساتھیوں سے کہا۔ غوری اور دُوسرے ساتھی اُس کے پاس چلے آئے۔

"چلو! تم دونوں دیوار کی طرف مُنھ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ اور تم دونوں بھی۔" راشد نے انسپکٹر جمشید، اکرام، محمود اور فاروق سے کہا۔

"ان کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔" اچانک غوری کو یاد آیا۔

"وُہ کہاں گئی؟"

"معلوم نہیں۔ ابھی تو یہیں تھی۔"

"یہ بہت بُری بات ہوئی ۔ اب اسے ڈھونڈ کر لانا ہوگا اور پہاڑیوں میں اسے ڈھونڈنا اتنا آسان نہیں . . . . . آہ . . . . !"

اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے ۔ ساتھ ہی اس کے مُنہ سے ایک چیخ نکلی ۔ ایک پتھر اس کے سر پر لگا تھا ۔ دُوسرے ہی لمحے انسپکٹر جمشید نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور زمین پر گرتے ہوئے راشد کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ مار دیا ۔ اس وقت تک انسپکٹر اکرام اپنا پستول نکال چکا تھا ۔

"یہ پتھر کافی ہے یا کوئی اور پھینکوں ؟" باہر سے فرزانہ کی آواز آئی ۔

"بہت خوب ! تمھارا نشانہ بہت اچھا ہے ۔ اب تم اندر چلی آؤ ۔"

دھمکی

اس واقعے کو پندرہ دن گزر گئے ۔ مشرقی پہاڑیوں میں موجود تمام مجرم گرفتار کر لیے گئے تھے اور اب وہ جیل کی ہوا کھا رہے تھے ۔ دُوسرے دن کے اخبارات نے اس واقعے کی خبر تفصیل سے شائع کی تھی ۔ انسپکٹر جمشید اور اُن کے بچوں کی خوب تعریف کی گئی تھی لیکن انسپکٹر جمشید خوش نہیں تھے ۔ چند دن پہلے ان کے ڈی آئی جی نے انھیں بلایا تھا ۔

"اتنی زبردست کامیابی سے بھی تم خوش نہیں ہو ؟ آخر بات کیا ہے ؟" ڈی آئی جی صاحب نے پوچھا ۔

"میں واقعی خوش نہیں ہوں ۔ آپ ٹھیک سمجھے !"

"آخر کیوں ؟ یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں ۔"

"ابھی تک اصل مجرم آزاد ہے ۔" آخر انسپکٹر جمشید نے بتایا ۔

"کیا مطلب ؟ تو کیا غوری اور راشد نقلی مجرم ہیں ؟" ڈی آئی جی نے حیرت ظاہر کی ۔

www.UrduFanz.com

"جی نہیں ۔ یہ بات نہیں ۔ مجرم تو وہ بھی اصلی ہی ہیں ۔"

"تو پھر ؟"

"جی ، بات دراصل یہ ہے کہ غوری اور راشد تنخواہ دار ملازم تھے ۔"

"اوہ ! تمھارا مطلب ہے ان کے اوپر بھی کوئی موجود تھا ۔"

"جی ہاں ! اور وہی اصل مجرم ہے ۔"

"آج تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ کھڑکی کس نے کھولی تھی ؟"

"جی نہیں ۔ خان رحمان کے ملازموں سے کئی دن تک پوچھ گچھ ہوتی رہی ، لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کھڑکی کھولنے والا کون تھا ۔"

"حیرت ہے ! کیا تمھیں اس کے کسی ملازم پر شک ہے ؟"

"شک تو مجھے خان رحمان پر بھی ہے ۔"

"یعنی تم اپنے دوست خان رحمان پر شک کر رہے ہو ؟"

"جی ، خاص طور پر خان رحمان پر شک نہیں کر رہا ہوں یہ تو میری عادت ہے کہ تفتیش کے دوران ہر ایک کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ۔"

"تو کیا اصل مجرم آزاد ہی رہے گا ؟"

"جی نہیں ۔ وہ پکڑا جائے گا اور ضرور پکڑا جائے گا ۔"

"آخر کیسے ؟ ہمیں تو معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ کون ہے ۔"

"اس کیس سے متعلق جتنے بھی آدمی ہیں ، میری نظر میں ہیں ۔ خواہ وہ خان رحمان کے ملازم ہوں یا خود خان رحمان ۔" انسپکٹر جمشید نے جملہ درمیان میں ہی چھوڑ دیا ۔ وہ ڈی آئی جی کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے ۔

"یا کون ؟ تم کہتے کہتے رک کیوں گئے ؟" ڈی آئی جی نے کہا ۔

"بس یونہی ۔ میرے ذہن میں بار بار ایک شخص کی تصویر ابھرتی ہے ۔ جہاں تک میرا خیال ہے ، وہی مجرم ہے ۔ اچھا اب مجھے اجازت دیں .... آج کل میں مجرم گرفتار ہو جائے گا ۔" انھوں نے کہا تھا اور اٹھ کر چلے آئے تھے ۔

اس گفتگو کے بعد بھی کئی دن گزر گئے ، لیکن معاملہ ابھی تک وہیں تھا ۔ پھر ایک شام خان رحمان اپنے بیوی بچوں کے ساتھ انسپکٹر جمشید کے ہاں آئے ۔

www.UrduFanz.com

تمہیں پچاس ہزار روپے کا فائدہ ہوا ہے۔ ان میں سے کچھ خیرات بھی کیا یا نہیں؟" انسپکٹر [illegible] نے خان رحمان سے پوچھا۔

"[illegible] پچاس ہزار [illegible]"

"[illegible] جو تم مجرموں کے [illegible] کرنے چلے تھے۔"

"چھوڑو بھئی۔ تمہارے ہوتے ہوئے بھلا میں انہیں [illegible] سکتا تھا۔"

"ہوں! تو تم نے ان [illegible] سے کچھ خیرات نہیں کیا؟"

"اچھا مولوی صاحب! کروں گا۔ کیا میں یہاں یہی باتیں سننے کے لیے آیا ہوں؟"

"جو کہو سنا دوں۔ کیا کوئی [illegible] وغیرہ سننا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ [illegible] کچھ بھی کچھ گا کہ [illegible]" خان رحمان ہنسے۔

"[illegible] انسپکٹر ہوں [illegible] نہیں۔"

"تو ابھی تک مجرم کو کیوں نہیں پکڑا؟ [illegible]"

"جی ابھی آج کل میں [illegible] پکڑنے والا ہوں۔"

"کیا مطلب؟ مجھے پکڑنے والے ہو؟" خان رحمان [illegible]

"اور کیا! تم سے بڑا مجرم [illegible] ہو سکتا ہے؟"

"کہو! کیا اس گروہ کے [illegible] سرغنہ تم ہی تو نہیں ہو؟"

"کیوں مذاق کرتے ہو [illegible]"

"میں مذاق نہیں کر رہا۔ تم ہی بتاؤ۔ آخر [illegible] کی کھڑکی کس نے کھولی تھی؟ تم نے یا تمہارے [illegible] ملازم نے؟"

"ارے ارے! تم تو واقعی مجھے مجرم بنانے پر تلے ہوئے ہو۔"

"اب کسی نہ کسی کو تو پکڑنا ہی ہے۔"

"ابا جان! آپ ان کے ملازموں کی [illegible] کیوں نہیں کراتے؟" محمود نے کہا۔

"نگرانی ہو رہی ہے۔"

"سلیٹ حبیب اللہ نے جو دو خط [illegible] میں آپ کو دیے، ان کی تحریر انکل کو ملنے والے خطوں سے ملتی ہے؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"ہاں۔ ملتی ہے۔"

"تو پھر آپ گرفتار کیے جانے والے مجرموں کی تحریر کے نمونے حاصل کر کے ان خطوں سے ملائیں۔"

"ملا چکا ہوں۔ اس قسم کے تمام خط [illegible] کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔" انسپکٹر [illegible] نے بتایا۔

"تب تو وہی دونوں اصل مجرم ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ ان کے اُوپر بھی کوئی موجود ہے اور وہی اصل مجرم ہے۔"

"تو پھر کب پکڑ رہے ہو اصل مجرم کو؟"

"مجرم میرے سامنے ہے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟ تمھارے سامنے تو میں بیٹھا ہوں۔" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"میرا مطلب ہے! میں جانتا ہوں مجرم کون ہے۔"

"کون ہے؟" سب چونک کر بول اُٹھے۔

"یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا۔ میرے پاس دراصل اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے، اور اسی لیے وہ اب تک بچا ہوا ہے ورنہ آج سے پندرہ دن پہلے ہی اسے پکڑ لیا ہوتا۔"

"تو کیا اب تم نے اس کے خلاف ثبوت حاصل کر لیا ہے؟" خان رحمان نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔ یہی تو مصیبت ہے۔ دراصل مجرم بہت ہی چالاک ہے۔ وہ خود کسی معاملے میں شریک نہیں ہوا۔ اس نے تمام کام اپنے آدمیوں کے ذریعے کرائے ہیں،

سوائے ایک دو کاموں کے۔"

"وہ کام کون سے ہیں؟" محمود نے پوچھا۔

"ایک کام تو یہ کہ وہ اپنے آدمیوں کو صرف فون کرتا رہا ہے اور ان کے فون وصول کرتا رہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے آدمی بھی اسے فون کرتے رہے ہیں۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"ہاں!"

"تو آپ نے ان سے اس کا فون نمبر کیوں نہیں پوچھا؟" فاروق نے کہا۔

"فون نمبر مجھے معلوم ہے۔"

"کیا کہا؟ تمھیں معلوم ہے؟" خان رحمان کا چہرہ حیرت کی تصویر بن گیا۔ انسپکٹر جمشید کے اس جملے پر محمود، فاروق اور فرزانہ کے منھ بھی کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔ باقی لوگ ذرا الگ بیٹھے اپنی باتوں میں مصروف تھے۔

"تو پھر تو مجرم کا پتا منٹوں میں لگ سکتا ہے۔ تم نے ٹیلیفون ڈائریکٹری میں وہ نمبر تلاش کیوں نہیں کیا۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"میں اتنا بے وقوف بھی نہیں کہ ڈائریکٹری نہ دیکھتا۔"

"آخر مجرم کے فون کا نمبر کیا ہے؟" محمود نے پوچھا۔

www.UrduFanz.com

"3431 !"

"ٹھہریے ! میں ابھی ڈائریکٹری میں دیکھ کر آتا ہوں۔"

"رہنے دو۔ اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم ہے یہ نمبر کس کا ہے۔"

"تو بتاتے کیوں نہیں ؟"

"اس نمبر کے سامنے "کے رحمان" کا نام لکھا ہوا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا ؟" خان رحمان کے منہ سے چیخ نکلی۔ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ "ہرگز نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔"

"میں جھوٹ کہتا ہوں ؟ محمود! ذرا ڈائریکٹری تو اٹھا لاؤ۔" محمود حیران حیران سا اٹھ کر چلا گیا۔

"لیکن تم جانتے ہو، میرے گھر میں جو ٹیلیفون ہے، اس کا نمبر 4504 ہے۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"پھر تم نے ایسا کیوں کہا ؟"

"اس لیے کہ ڈائریکٹری میں یہی لکھا ہے۔"

"تو پھر وہ کوئی اور شخص ہوگا۔ کے رحمان کا مطلب صرف خان رحمان ہی تو نہیں ہو سکتا۔ خالد رحمان بھی ہو سکتا

ہے۔ خورشید رحمان بھی ہو سکتا ہے۔ نادر رحمان بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم تو یوں ہی گرمی کھا رہے ہو۔ میں نے یہ کب کہا ہے کہ کے رحمان تمھارا ہی نام ہو سکتا ہے۔"

اتنے میں محمود ڈائریکٹری لے کر آ گیا۔ انسپکٹر جمشید اس کے ورق الٹنے لگے۔ پھر ایک جگہ انگلی رکھ کر بولے "لو دیکھ لو۔ 3431 ۔ کے رحمان۔"

"اُف میرے خدا! مجرم بہت چالاک ہے۔ لیکن رہتا رحمان آباد میں ہی ہے۔"

"لیکن بھائی، رحمان آباد کافی بڑا علاقہ ہے۔ وہاں کسی 'کے رحمان' کا ہونا ناممکن تو نہیں ہے۔"

اسی وقت کسی نے دروازے کی گھنٹی بجائی۔

"محمود! ذرا دیکھنا کون ہے۔"

محمود اٹھ کر چلا گیا۔ اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

"یہ خط ڈاکیا دے گیا ہے۔"

انسپکٹر جمشید نے لفافہ کھولا۔ دوسرے ہی لمحے وہ چونک اٹھے۔

"لو بھئی۔ مجھے بھی دھمکی مل گئی۔" وہ بولے۔

www.UrduFanz.com

"کیا کہا ؟ دھمکی مِل گئی ۔" خان رحمان نے کہا۔ سب چونک کر انسپکٹر جمشید کو دیکھنے لگے ۔

"ہاں ! لو ۔ خُود ہی دیکھ لو ۔"

ان سب کے سامنے ایک خط پڑا تھا ۔ اس میں لکھا تھا :

"انسپکٹر جمشید ! تمھاری وجہ سے میرا سب کچھ تباہ ہوگیا ۔ میرے تمام ساتھی پکڑے گئے ۔ میں نے سوچا ہے کہ تم سے اِنتقام لیا جائے، اور اس سے بہتر اِنتقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمھاری بیٹی کو قتل کر دیا جائے ۔ لہٰذا تمھیں اِطّلاع دی جاتی ہے کہ اس ہفتے کے اندر اندر اسے قتل کر دیا جائے گا ۔

"بھئی بہت خُوب ! تمھاری باری بھی آ گئی ۔" خان رحمان بولے ۔

"اور میں کہتا ہوں کہ یہ اچھا ہی ہُوا ۔" انسپکٹر جمشید نے مُسکرا کر کہا ۔

"کیا مطلب ؟" خان رحمان چونکے ۔

"مجرم نے کوئی قدم تو اُٹھایا ۔ میں اِسی اِنتظار میں تھا کہ وہ کوئی حرکت کرے اور میں اُس پر ہاتھ ڈال

دُوں ۔"

"وُہ کیسے ؟"

"میں اسے جانتا ہُوں، اور مُجرم سمجھتا ہے کہ میں اسے نہیں جانتا ۔ میں اُس کی لاعلمی سے فائدہ اُٹھاؤں گا ۔"

"ابّا جان ! مُجرم بہت چالاک ہے ۔ میں تو کہتا ہُوں ۔ اسی وقت مکان کے گرد پہرا بٹھا دیں ۔" محمُود نے تجویز پیش کی ۔

"نہیں ۔ اس کی ضرورت نہیں ۔"

"کیوں ؟ ضرورت کیوں نہیں ؟" فارُوق نے پوچھا ۔

"بس دیکھتے جاؤ ۔ اور ہاں، تم یہ بتاؤ کہ پچاس ہزار روپے بچنے کی خُوشی میں پارٹی کب دے رہے ہو ؟"

"کیا ؟ پارٹی ؟ کیسی پارٹی ؟" خان رحمان نے مذاق میں اُڑانا چاہا ۔

"دیکھو ! مذاق نہیں چلے گا ۔"

"تو پھر جو چلے گا، وُہی بتاؤ ۔"

"پارٹی، اور وُہ بھی کل شام کو ۔"

"کل شام کو ؟"

"ہاں ! اور صرف ہمیں ہی نہیں، اپنے تمام دوستوں کو ۔ بس اب جا کر پارٹی کی تیاری کرو ۔"

www.UrduFanz.com

"کیا تم پہلے ہی سے پارٹی کا پروگرام بنائے بیٹھے تھے؟"

"نہیں تو۔ یہ بات ابھی ابھی ذہن میں آئی ہے۔"

"تو مہربانی فرما کر اسے فوراً ہی ذہن سے نکال دو۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"اچھا بابا! جاتا ہوں، اور پارٹی کا انتظام کرتا ہوں۔"

خان رحمان اور ان کے بیوی بچوں کے جانے کے بعد فاروق نے پوچھا "یہ اچانک آپ کو پارٹی کی کیوں سوجھی؟"

"میرا تو خیال تھا، تم سمجھ گئے ہو گے۔"

"میں سمجھ گیا۔" محمود بول اٹھا۔

"اور میں بھی۔" فرزانہ نے کہا۔

"تو اب میں بھی اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔" ابا جان ضرور اس پارٹی میں مجرم کو پکڑنا چاہتے ہیں۔" فاروق بولا۔

"ہاں! ٹھیک ہے۔ لیکن اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔"

دوسرے دن انسپکٹر جمشید نے دھمکی والا خط ڈی آئی جی کے سامنے رکھ دیا۔ انھوں نے خط پڑھا اور حیران ہو کر انھیں دیکھنے لگے۔ پھر بولے۔ "ہمارے ملک کے مجرم اس قدر دلیر ہو گئے ہیں!"

"میں خوش ہوں، اور اب چاہتا ہوں کہ آپ میرا ساتھ دیں۔"

"میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ جس وقت مجرم پر ہاتھ ڈالوں، آپ بھی وہاں موجود ہوں۔"

"آخر کیوں؟ اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"مجرم بہت چالاک ہے اور اس کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ میں اسے آپ کی موجودگی میں پکڑنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مجرم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اس کے خلاف ثبوت نہیں ہے؟"

"ہو سکتا ہے یہ تحریر بھی مجرم نے اپنے ہاتھ سے نہ لکھی ہو۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

انسپکٹر جمشید نے انسپکٹر اکرام کو کچھ ہدایات دیں اور گھر چلے آئے۔ یہاں انھوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو ساری باتیں سمجھائیں، اور پھر خان رحمان کی پارٹی میں جانے کی تیاری کرنے لگے۔

www.UrduFanz.com

اصل مجرم

پارٹی میں سب سے پہلے انسپکٹر جمشید اور ان کے بیوی بچے پہنچے۔ خان رحمان انھیں دیکھتے ہی چہکے۔

"واہ! سب سے پہلے آپہنچے۔ معلوم ہوتا ہے صبح سے بھوکے ہو۔"

"ہاں۔ آج ہم نے صبح کا ناشتا کیا نہ دوپہر کا کھانا کھایا ورنہ یہاں کیا کھایا جاتا۔ اچھا، مجھے مہمانوں کی فہرست دکھاؤ۔"

"کیوں؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟" خان رحمان نے پوچھا۔

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کوئی مہمان رہ تو نہیں گیا؟"

"میں تمھاری طرح کمزور ذہن کا مالک نہیں ہوں۔" خان رحمان اکڑ کر بولے۔

"اس میں کیا شک ہے۔ فہرست کہاں ہے؟"

"یہ رہی۔ لو، اطمینان کر لو۔"

انسپکٹر جمشید نے فہرست پر ایک نظر ڈالی اور مطمئن ہو کر بولے "واقعی۔ مجھے یقین آ گیا۔"

"کس بات پر؟"

"یہی کہ تم میری طرح کمزور ذہن کے مالک نہیں ہو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہی تو میں کہتا ہوں۔ کیوں، فہرست ٹھیک ہے نا؟"

"بالکل! میں ذرا فون کروں گا۔"

"ضرور۔ فون ڈرائنگ روم میں ہے۔"

انسپکٹر جمشید ڈرائنگ روم میں آئے اور ڈی آئی جی صاحب کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے جلد ہی جواب ملا "ہیلو!"

"جی، میں انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔"

"اوہ جمشید! کہو، کیا رہا؟"

"سب کام ٹھیک ہے۔ آپ خان رحمان کی کوٹھی پر آ جائیے۔ لیکن پچھلے دروازے کی طرف سے نہ آئیں۔ پچھلے دروازے پر ایک آدمی موجود ہوگا — وہ آپ کو ایک کمرے میں پہنچا دے گا۔"

"اچھا۔ لیکن یہ خان رحمان کی کوٹھی ہے کہاں اور یہ کون بزرگوار ہیں؟"

"ارے! آپ نہیں جانتے؟ رحمان آباد انھی کے نام

www.UrduFanz.com

پر تو آباد ہے ۔ میرے دوست ہیں ۔"

"اچھا ! میں آ رہا ہوں ۔"

انسپکٹر جمشید وہاں سے باورچی خانے میں آئے ۔ یہاں ظہور موجود تھا ۔

"ظہور ! ادھر آؤ ۔" انھوں نے کہا ۔

وہ اسے الگ لے گئے اور اس کے کان میں کچھ کہتے رہے ۔ وہ ادب سے سر ہلاتا ۔ پھر وہ لان میں آئے ۔ یہاں میزوں پر کھانے پینے کا سامان چنا جا چکا تھا اور مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی ۔ خان رحمان مہمانوں کے استقبال کے لیے دروازے پر جا کھڑے ہوئے ۔ انسپکٹر جمشید نے بھی ان کا ساتھ دیا اور باری باری مہمانوں سے ہاتھ ملانے اور انھیں خوش آمدید کہنے لگے ۔

"لو بھئی ! سیٹھ حبیب اللہ چلے آ رہے ہیں ۔" خان رحمان نے باہر کی طرف اشارہ کیا ۔

"آئیے آئیے ، سیٹھ صاحب ! کہیے ۔ آپ کو پھر تو کوئی خط نہیں ملا ؟" انسپکٹر جمشید نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا ۔

"نہیں صاحب ۔ آپ کے ہوتے ہوئے بھلا کسی کو جرأت ہو سکتی ہے اور پھر مجرم تو سب گرفتار ہو چکے

ہیں ۔ خط کہاں سے آتا ۔"

"ہاں ۔ یہ بھی ٹھیک ہے ۔ چلیے اندر تشریف لے چلیے ۔"

کچھ دیر بعد تمام مہمان آ گئے لیکن ان کے ہاتھ ابھی مٹھائیوں اور چٹ پٹی چیزوں کی طرف بڑھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی ۔ خان رحمان نے فون باہر ہی منگوا لیا تھا وہ فون کی طرف بڑھے اور ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا ۔ پھر انسپکٹر جمشید سے بولے :

"جمشید ! تمھارا فون ہے ۔"

"اوہ !"

انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر ریسیور ان کے ہاتھ سے لے لیا ۔

"ہیلو ! جی ؟ کون صاحب ؟ جی ۔ جی فرمائیے ! کیا کہا ؟ ویسٹ اینڈ بینک میں ڈاکا ؟ اچھا ، اچھا ۔ میں آ رہا ہوں ۔"

انھوں نے ریسیور رکھ دیا ۔ کئی آدمی ہاتھ روک کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے ۔ خان رحمان نے پوچھا ۔

"کیا بات ہے ؟"

"ویسٹ اینڈ بینک میں ڈاکا ڈالا گیا ہے ۔ ڈی آئی جی صاحب نے فوراً بلایا ہے ۔ مجھے افسوس ہے کہ پارٹی درمیان

www.UrduBook.com

میں ہی چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

"لعنت ہے ایسی نوکری پر۔ اب تم رات سے پہلے تو کیا واپس آؤ گے۔"

"ہاں! مشکل ہے۔" یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید باہر نکل گئے۔

اس کے بعد کھانے پینے کا دور شروع ہوا۔ سب ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے، مسکرا رہے تھے۔ ایک میز پر محمود، فاروق، فرزانہ، حامد، سرور، اور ناز کھڑے چائے پی رہے تھے۔ بیگم جمشید اور خالدہ بیگم ان سے کچھ فاصلے پر باتیں کرنے اور کھانے میں مصروف تھیں۔ خان رحمان سیٹھ حبیب اللہ سے کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے اور بار بار سر کو جھٹک رہے تھے۔

اچانک فاروق کا ہاتھ فرزانہ کی پیالی سے ٹکرایا۔ چائے کی پیالی فرزانہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔

"یہ تم نے کیا کیا! میرے سارے کپڑے خراب کر ڈالے۔" فرزانہ نے چیخ کر کہا۔

"میرے کمرے میں جا کر میرا کوئی جوڑا پہن لو۔" ناز نے کہا۔

"ہاں، یہ ٹھیک رہے گا۔ اچھا، میں ابھی پہن کر آتی

ہوں۔" فرزانہ نے کہا اور دوڑتی ہوئی ناز کے کمرے کی طرف نکل گئی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ پھر اس نے ناز کی کپڑوں والی الماری کھولی اور اس میں سے ایک جوڑا نکالا۔ پھر دوسرا نکالا اور پہلے کو واپس رکھ دیا۔ اسے اپنے بدن سے لگا کر دیکھا اور اسے بھی واپس رکھ دیا۔ اس طرح دو تین منٹ گزر گئے۔ پھر اچانک دروازہ آہستہ آہستہ کھلا۔ فرزانہ دروازے کی طرف سے منہ پھیرے بے خبر کھڑی رہی یہاں تک کہ اس نے محسوس کیا کہ دروازہ کھولنے والا کمرے میں داخل ہو چکا ہے۔ پھر دروازہ آہستہ آہستہ بند ہونے لگا۔ اچانک کمرے کی چٹخنی لگنے کی آواز آئی۔

فرزانہ زور سے چونک کر مڑی۔ اس کی آنکھیں مڑتے وقت خوف سے پھیل گئی تھیں۔ ساتھ ہی وہ چلائی: "کون ہے؟" پھر اندر داخل ہونے والے کی طرف دیکھ کر مسکرائی: "اوہ! آپ ہیں۔"

اندر آنے والے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کا دایاں ہاتھ جیب میں

www.UrduFanz.com

گیا، اور جب وہ باہر نکلا تو اس میں ایک بڑا سا چاقو تھا۔ دوسرے ہی لمحے کمرے میں چاقو کے کھلنے کی آواز گونجی۔ فرزانہ کی آنکھیں خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"یہ..... یہ..... یہ..... کیا؟"

"تمھاری موت ۔۔ خبردار! زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے" وہ غرایا۔

فرزانہ تھر تھر کانپنے لگی۔ اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔

کمرے میں داخل ہونے والا چاقو لیے آگے بڑھنے لگا۔ اس کے قدم آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے۔ فرزانہ کے منھ سے بے اختیار نکلا: "نہیں... نہیں..." یہ کہتے ہوئے وہ الٹے قدموں سے غسل خانے کی طرف بڑھی۔ اور پھر دروازے سے ٹکرا گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ ایک دم غسل خانے میں گھس گئی۔

"ہاہاہا! میں بھی یہی چاہتا تھا۔ اب میں تمھیں آسانی سے قتل کر سکوں گا۔" یہ کہتے ہوئے وہ غسل خانے میں داخل ہو گیا۔ اس کا چاقو والا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔

پھر ایک عجیب تماشا ہوا۔ اس کے چاقو والے ہاتھ پر لوہے کی کوئی چیز اس زور سے لگی کہ چاقو اس کے

ہاتھ سے گر گیا۔ وہ گھبرا کر مڑا۔ غسل خانے کے دروازے والی دیوار کے ساتھ انسپکٹر جمشید پستول تانے کھڑے تھے۔ ان کے برابر میں ڈی آئی جی اور ان کے ساتھ ایک مجسٹریٹ کھڑا تھا۔

"بہت خوب فرزانہ! تم نے تو کمال ہی کر دیا۔ کوئی بڑے سے بڑا اداکار بھی اس سے بہتر اداکاری نہیں کر سکتا تھا۔ ہر کام پروگرام کے مطابق ہوا ہے اور اب سیٹھ حبیب اللہ صاحب! تم میرے بچھائے ہوئے جال میں اس بری طرح پھنس چکے ہو کہ زندگی بھر نکل نہیں سکتے۔"

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر سب انسپکٹر اکرام، محمود اور فاروق کھڑے تھے۔ اکرام کے ساتھ تین سپاہی بھی تھے۔

"کیا ہوا ابا جان؟ ہر کام پروگرام کے مطابق ہو گیا؟" محمود نے پوچھا۔

"اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔" انسپکٹر جمشید نے اکرام کو حکم دیا۔ اسی وقت خان رحمان کمرے میں داخل ہوئے

www.UrduFanz.com

"کیا بات ہے فرزانہ؟ تم نے ابھی تک . . . ." ان کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔

"ہائیں! جمشید! یہ تم ہو؟ تم تو کسی ڈاکے کے سلسلے میں چلے گئے تھے ۔ اور یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں! یہاں تو ڈی آئی جی صاحب بھی موجود ہیں! ارے! یہ کیا؟ سیٹھ حبیب اللہ کو کیا ہوا؟ ہائیں! یہ میں ان کے ہاتھوں میں کیا دیکھ رہا ہوں! یہ سب کیا مذاق ہے؟"

"یہ مذاق نہیں ۔ حقیقت ہے ۔ اصل مجرم تمھارے سامنے ہے . . ."

"کیا!" خان رحمان حلق پھاڑ کر چلائے۔

"ہاں . . . یہی ہے وہ۔"

"نہیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا۔"

"ڈی آئی جی صاحب اور سپیشل مجسٹریٹ صاحب یہاں موجود ہیں ۔ انھوں نے جو کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے، اسے دنیا کی کوئی طاقت جھٹلا نہیں سکتی۔"

"کیا دیکھا ہے انھوں نے؟" خان رحمان نے پوچھا۔ انھیں سب کچھ بتایا گیا ۔ آخر میں انسپکٹر جمشید بولے:

"دھمکی بھرا خط ملتے ہی میں نے تمھارے ہاں پارٹی کا

پروگرام بنایا ۔ میں جانتا تھا کہ اس میں تم اپنے پرانے دوست کو بھی بلاؤ گے ۔ پروگرام کے مطابق مجھے فون کر کے بلا لیا گیا ۔ میں تمھارے گھر سے نکلا لیکن پچھلے دروازے سے اس کمرے میں چلا آیا ۔ یہاں یہ دونوں صاحبان پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔"

"پچھلے دروازے سے؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا "مگر وہ تو بند رہتا ہے۔"

"اسے کھلوانے کے لیے ظہور کی خدمات حاصل کی گئیں پھر فاروق نے جان بوجھ کر فرزانہ کی چائے کی پیالی پر ہاتھ مارا ۔ چائے فرزانہ کے کپڑوں پر گری اور وہ کپڑے بدلنے کے بہانے اس کمرے میں چلی آئی ۔ اسے معلوم تھا کہ ہم غسل خانے میں موجود ہیں۔"

"اسے کیسے معلوم ہو گیا تھا؟ تم لیٹ بھی ہو سکتے تھے۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"پروگرام یہ تھا کہ جب ڈی آئی جی صاحب اور مجسٹریٹ صاحب کمرے میں پہنچ جائیں تو مجھے فون کیا جائے گا، اور میرے جانے کے تین منٹ بعد فاروق چائے کی پیالی پر ہاتھ مارے گا ۔ فرزانہ کو معلوم تھا کہ ہم غسل خانے میں موجود ہیں . . . بہرحال پھر سیٹھ صاحب اندر داخل ہوئے . . ."

"تم نے کتنا بڑا خطرہ مول لیا! اس کا تمہیں ذرّہ بھر احساس نہیں۔ اگر یہ غسل خانے سے باہر ہی فرزانہ کو چاقو مار دیتا تو؟" خان رحمان نے غصّے سے کہا۔

"یہ چاقو نہیں مار سکتا تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"وہ کیسے؟"

"اکرام! تم بتاؤ۔" انھوں نے کہا۔

"میں اس کمرے کے روشن دان سے اندر جھانک رہا تھا۔ روشن دان کی چوکھٹ پر پستول کی نال تیار تھی۔ جوں ہی فرزانہ کو کوئی خطرہ ہوتا، میرے پستول کی گولی سیٹھ صاحب کے ٹھیک سر میں لگتی۔"

"بھئی بہت خوب! مان گیا۔ اب یہ بھی بتاتے چلو کہ کیا سیٹھ حبیب اللہ نے کمرے میں داخل ہوتے وقت تمھیں روشن دان پر چڑھے نہیں دیکھا تھا۔"

"میں اس وقت سامنے والے کمرے میں دروازہ بند کیے جھری میں سے جھانک رہا تھا۔ لکڑی کی سیڑھی دیوار سے پہلے ہی لگائی جا چکی تھی۔ جوں ہی سیٹھ صاحب کمرے میں داخل ہوئے، میں سیڑھی پر چڑھ گیا۔"

"واہ! کمال ہے! اس قدر زبردست جال! انسپکٹر جمشید تم واقعی انسپکٹر ہو اور تمھارے بچّے . . . . تو تم سے

بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔"

"ہاں! آج تو فرزانہ نے کمال ہی کر دیا۔"

"اور تم سیٹھ حبیب اللہ! تم کیا کہتے ہو؟" خان رحمان نے سیٹھ کی طرف طنز بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جواب میں وہ کچھ نہ بولا۔

"اس بیچارے کے پاس کہنے کے لیے ہے ہی کیا۔ اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کی سب سے بڑی غلطی یہی تھی کہ بعد میں اس نے جو دھمکی مجھے دی، خود اپنے ہاتھ سے لکھی، اور یہی سب سے بڑا ثبوت بن گئی۔ یوں بھی موقع پر دو بڑے افسر موجود تھے۔"

"تو کیا اس دن کھڑکی اسی نے کھولی تھی؟" محمود کو اچانک خیال آیا۔

"بالکل۔"

"چلو چھٹی ہوئی۔" خان رحمان ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولے۔

"اب اسے پچھلے دروازے سے ہی حوالات میں پہنچا دو۔" انسپکٹر جمشید نے اکرام سے کہا۔

"جی بہت اچھا۔"

ان کے جانے کے بعد محمود نے پوچھا "ابا جان! ایک

www.UrduFanz.com

سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔"

"آپ نے مجرم کو کیسے پہچانا؟"

"ہاں، یہ سوال بہت اہم ہے۔ تمھیں یاد ہے، مجرم کے دو ساتھی دونوں بچیوں کو کھڑکی کے راستے لے گئے تھے۔"

"جی ہاں۔"

"بس اُس وقت سے میں یہی سوچتا رہا کہ کھڑکی کس نے کھولی تھی۔ میں نے تمام مُلازموں سے بار بار سوالات کیے اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ان میں سے کوئی غدّار نہیں ہے۔ اس کے بعد میں سیٹھ حبیبُ اللہ اور خان رحمان ہی ایسے تھے جو کھڑکی کھول سکتے تھے۔ ٹیلیفون کا نمبر تمھارے انکل خان رحمان کا نام ظاہر کر رہا تھا، لیکن انھیں میں بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ اِس لیے لے دے کے سیٹھ حبیبُ اللہ ہی وُہ شخص ہو سکتا تھا جس نے کھڑکی کھولی۔ یہیں سے میں نے اسے پہچانا۔"

"اور وہ ٹیلیفون نمبر؟"

"ہاں۔ سیٹھ حبیبُ اللہ کے گھر میں دو ٹیلیفون لگے ہوئے ہیں لیکن دُوسرے کے بارے میں اس کے سوا

کسی کو معلوم نہیں۔ وہ کسی خفیہ جگہ رکھا ہے، اسے فرضی نام سے ہی لگوایا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے ٹیلے فون کے محکمے میں بھی اس کا کوئی آدمی موجود ہو۔"

"ہُوں! ضرور یہی بات ہوگی۔" خان رحمان بولے۔ "اب چلو۔ کھانے پینے کی چیزیں ہمیں بد دُعائیں دے رہی ہوں گی۔ اب انھیں کیا معلوم کہ یہ سب کھڑاگ کس لیے پھیلایا گیا تھا اور ان کا تو صرف بہانا تھا۔ یعنی کھانے پینے کی چیزوں — خیر، اب جب کہ بہانا بن ہی گیا تو چلو سب چل کر ان کی شکایت رفع کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ میری اور تمھاری بیویاں دُوسرے مہمانوں کے ساتھ مل کر تمام چیزیں چٹ کر جائیں۔"

خان رحمان کی تقریر پر سب ہنستے ہُوئے کھانے کی میزوں کی طرف چل پڑے۔

www.UrduFanz.com

ناول

۱۵ سے 14 سال تک کے بچوں کے لیے

افریقہ کے جنگلوں میں
بھیانک غار
سونے کا بُت
چار دوستوں کا حیرت انگیز سفر
ایک سپاہی کی کہانی
موت کی شعاع
نیلی روشنی کا راز
ان دیکھی دُنیا
تارس بلبا
ہولناک سازش
جابر خاں
حاتم طائی کے کارنامے
ناگ کا نشان
ہیروں کے چور
کیا وہ چور تھا
پیاسو کی تلوار
چھ بُرے لڑکے
اُونچی حویلی کا راز
شہزادی انجمن آرا
دُنیا کا سفر
پُراسرار آبدوز
نرگس
اندھیرا غار
خون کی ہولی

چاندی کے چور
دو یتیم
شاہین اور دشمن درندے
قیدی
مریخ کا حملہ
شاہین اور زمرد کے چور
بونے اور دیو
گرہ کٹ
ہاتھی دانت کے چور
دولت پور میں
قزاقوں کی وادی
سونے کی وادی
ننھے سُراغ رساں
وہ کیا راز تھا
بھوت بنگلا
غیبی انسان
میرا نام منگو ہے
عالی پر کیا گزری
سلیم کی آپ بیتی
محمود پر کیا بیتی
گوریلا
خزانے کا راز
پاگل لڑکا
سندر بن کا خزانہ

چھنگومیاں کے کارنامے
شاہین کی واپسی
ویران محل
دُشمن کی سازش
نیلا طوطا
سرکس کا ہاتھی
سلیمانی خزانہ
چاند پر پہلا آدمی
زندہ لاشیں
کالا جزیرہ
لُوٹرا
منحوس قلعہ
کالا ناگ
چمائی کا مندر
راہن سن کروسو
ایک ٹانگ کا آدمی
دلاور
کلیم کے کارنامے
طوفانی جزیرہ

نیرنگ سنز
لاہور راولپنڈی کراچی

www.urdubanz.com

ناول

۱۵ سے 14 سال تک کے بچوں کے لیے

افریقہ کے جنگلوں میں
بھیانک غار
سونے کا بُت
چار دوستوں کا حیرت انگیز سفر
ایک سپاہی کی کہانی
موت کی شعاع
نیلی روشنی کا راز
ان دیکھی دُنیا
تارس بلبا
ہولناک سازش
جابر خاں
حاتم طائی کے کارنامے
ناگ کا نشان
ہیروں کے چور
گیادہ چور تھا
پیاسو کی تلوار
چھ بُرے لڑکے
اُونچی حویلی کا راز
شہزادی انجمن آرا
دُنیا کا سفر
پُراسرار آبدوز
فرعون
اندھیرا غار
خون کی ہولی

چاندی کے چور
دو یتیم
شاہین اور دشمن درندے
قیدی
مریخ کا حملہ
شاہین اور زمرد کے چور
بونے اور دیو
گرہ کٹ
ہاتھی دانت کے چور
دولت پور میں
قزاقوں کی وادی
سونے کی وادی
نیلے سُراغ رساں
وہ کیا راز تھا
بھوت بنگلا
غیبی انسان
میرا نام منگو ہے
عالی پر کیا گزری
سلیم کی آپ بیتی
منگو پر کیا بیتی
لورلا
خزانے کا راز
پانچ لاکھ
[illegible]

چھنگلومیاں کے کارنامے
شاہین کی واپسی
ویران محل
دشمن کی سازش
نیلا طوطا
سرکس کا ہاتھی
سلیمانی خزانہ
چاند پر پہلا آدمی
زندہ لاشیں
کالا جزیرہ
نورا
منحوس قلعہ
کالا ناگ
چمائی کا مندر
سانپ سن کر دو سو
ایک ٹانگ کا آدمی
دلاور
کلیم کے کارنامے
طوفانی جزیرہ

فیروز سنز
لاہور
راولپنڈی
کراچی